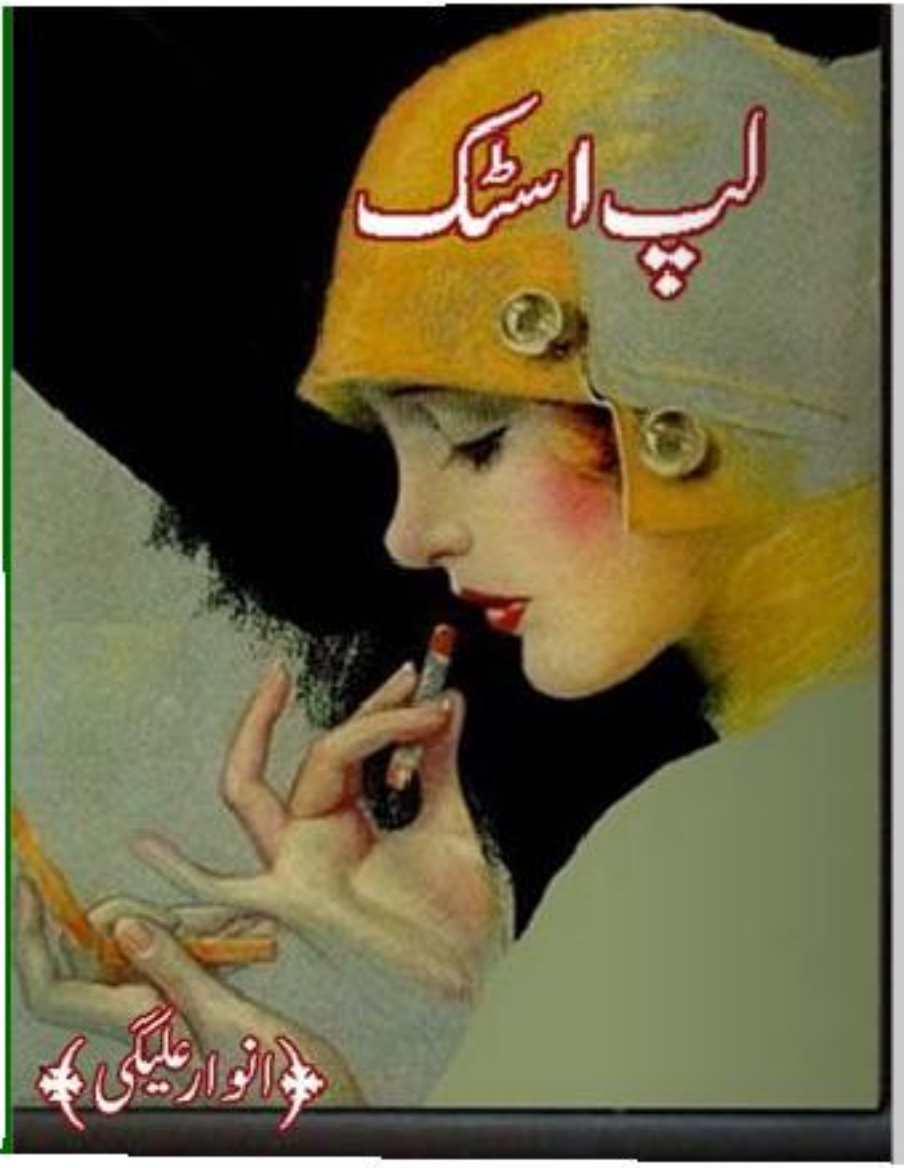
لپ اسٹک
انوار علیگی

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تا کہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھیے تا کہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

درخشاں کو ہیبت ناک، دہشت ناک اور خوفناک فلمیں دیکھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا اور کتنا شوق تھا، اسے اتنا ہی ان فلموں کو دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔

پاکستان میں تو خیر کوئی مسئلہ نہ تھا، لیکن جب سے وہ امریکا آئی تھی، ان ہورر فلموں کا کریز اس کے لیے جان لیوا ہو گیا تھا۔

پاکستان میں اس کی چھوٹی بہن گل افشاں اس کے ساتھ ہوتی تھی۔ گل افشاں کرکٹ اور فلموں کا کمپیوٹر تھی۔ کرکٹ کا کوئی بھی مسئلہ ہوتا، مثلاً کس کھلاڑی نے کس سن میں پہلی سنچری بنائی تھی۔ کس ٹیم سے مقابلہ تھا، کس شہر میں تھا۔ اگر اس دن بارش کی وجہ سے میچ نہیں

ہو سکا تھا تو یہ اور اس سے متعلقہ تمام معلومات وہ اس قدر تیزی سے بیان کرتی تھی کہ اس کے حافظے پر حیرت ہوتی تھی۔ یہی حال فلموں کا تھا فلمیں چاہے بھارتی ہوں' پاکستانی ہوں' انگلش ہوں' سب کے بارے میں یکساں معلومات رکھتی تھی۔ کسی بھی اداکارہ کا ذکر ہوتا' وہ اس کے سن ولادت سے لے کر شادیوں' طلاقوں اور بچوں تک کا حال بیان کر دیتی۔ کون سا گانا کس فلم کا ہے۔ یہ بتانا تو اس کے لیے بالکل مشکل نہ ہوتا۔ وہ تو یہ بھی بتا دیتی تھی کہ اس گانے کو کس نے گایا' کس اداکار پر پکچرائز ہوا اور اس اداکار نے کیسے اور کس رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس کا موڈ ہوتا تو وہ بیک وقت تین فلمیں دیکھتی اور مجال ہے کہ ایک فلم کی کہانی' دوسری فلم میں گڈمڈ ہو جائے۔

گل افشاں کہتی۔ ''باجی' تو الا بلا قسم کی فلمیں کیوں دیکھتی ہے؟''

درخشاں' گل افشاں سے بڑی تھی' اسی لیے وہ اسے باجی کہتی

یھی' لیکن اتنی بڑی نہ تھی کہ وہ اسے' آپ' کہہ کر مخاطب کرتی۔ وہ اسے بڑی بے تکلفی سے 'تو' کہتی اور وہ اس 'تو' کو سن کر ناراض نہ ہوتی۔

''ہائے گل' ڈراؤنی فلمیں دیکھ کر بڑا مزہ آتا ہے۔'' درخشاں کہتی۔

''مزہ آتا ہے تو انہیں دیکھ کر سویا بھی مزے سے کر' مجھے کیوں رات بھر پریشان کرتی ہے۔''

''میں کہاں پریشان کرتی ہوں' میں تو بڑے آرام سے سو جاتی ہوں۔'' وہ صاف صاف جھوٹ بولتی۔

''ہاں' میں کہاں پریشان کرتی ہوں۔'' وہ سفید جھوٹ سن کر کلبلا اٹھتی۔ ''پھر وہ بچوں کی طرح چمٹ کر کون سوتا ہے۔ کمرے کی لائٹ بجھاتی ہوں تو رونے بیٹھ جاتی ہے۔ دروازے' کھڑکیاں اندر سے بند

www.urdurasala.com

ہونے کے باوجود ان میں موجود ہر سوراخ میں کپڑے ٹھونسنے کی کوشش کون کرتا ہے؟"

"میں کرتی ہوں' تو دیکھتی نہیں کہ فلموں میں آسیب اسی طرح اندر داخل ہوتے ہیں۔ اس لیے دروازے کے تالے کے سوراخ' میں کپڑا ٹھونسنا پڑتا ہے۔" وہ بڑی سادگی سے کہتی۔

"جب تجھے اتنا ڈر لگتا ہے تو ایسی فلمیں دیکھتی کیوں ہے؟" گل افشاں اسے ڈانٹتی۔

"تو تو جیسے بڑی بہادر ہے' ڈرتی ہی نہیں۔"

"میں ڈرتی ہوں' میں نے کب کہا کہ نہیں ڈرتی' اسی لیے میں ڈراؤنی فلمیں نہیں دیکھتی۔"

اور یہ حقیقت تھی جب درخشاں وی سی آر پر کوئی ڈراؤنی فلم لگاتی تو وہ پیٹھ موڑ کر بیٹھ جاتی۔ رات کو جب درخشاں کو فلم دیکھنا ہوتی تو وہ

ٹی وی لاؤنج سے ٹی وی ٹرالی اندر کمرے میں کھینچ لاتی اور اسے بیڈ کے عین سامنے کر کے خود بیڈ پر بیٹھ جاتی۔ کھڑکیاں پہلے ہی بند ہوتیں' دروازہ بھی بند کر دیا جاتا۔ درخشاں کو یہ سب اہتمام کرتے دیکھ کر گل افشاں سمجھ جاتی کہ ٹی وی پر اب ہیبتناک شکلیں ابھرنے والی ہیں۔ وہ فوراً کمبل اوڑھ کر لیٹ جاتی' لیکن درخشاں اسے ایسا کرنے نہ دیتی' کہتی۔ "میری پیاری بہن' لیٹ مت' نہیں تو تو سو جائے گی' پھر میں اکیلے فلم کس طرح دیکھوں گی۔"

نتیجے میں اسے اٹھ کر بیٹھنا پڑتا۔ دونوں بہنوں کو ایک دوسرے سے محبت بہت تھی۔ جہاں وہ ایک دوسرے سے جھگڑتی رہتی تھیں۔ وہاں ایک دوسرے کا خیال بھی رکھتی تھیں۔ گل افشاں اس کی خوشامد کرنے پر پیٹھ موڑ کر بیٹھ جاتی۔

جب فلم شروع ہوتی اور کوئی ڈراؤنا منظر آتا کسی کی چیخ سنائی دیتی

www.urdurasala.com

تو گل افشاں، درخشاں سے پوچھتی۔ ''جابی، بتا نا کیا ہو رہا ہے؟''

تب درخشاں فلم کا آنکھوں دیکھا حال اسے بتانے لگتی۔ فلم میں اس وقت اگر کوئی ڈراؤنا سین نہ چل رہا ہوتا تو وہ کہتی۔ ''اب دیکھ لے، لائن کلیئر ہے۔''

تو وہ گردن گھما کر ڈرتے ڈرتے ٹی وی دیکھنے لگتی۔ جیسے ہی کوئی خوفناک منظر آتا تو وہ پھر پیٹھ موڑ کر بیٹھ جاتی اور درخشاں کی کمنٹری شروع ہو جاتی۔

فلم ختم ہوتی تو ٹی وی ٹرالی کو لاؤنج تک پہنچانا اور باتھ روم میں جانا ایک مسئلہ بن جاتا۔ خیر ٹی وی ٹرالی کو گل افشاں لاؤنج میں دھکیل آتی، لیکن وہ اس کے ساتھ باتھ روم تو نہیں جا سکتی تھی۔ درخشاں کسی طرح ہمت کر کے باتھ روم تک جاتی اور اتفاق سے کبھی اسے کوئی لال بیگ ٹہلتا ہوا نظر آ جاتا تو وہ چیخ مار کر باتھ روم سے باہر آ جاتی اور

گل افشاں سے لپٹ جاتی۔

اس ایک فلم دیکھنے کے نتیجے میں کئی دن درخشاں کو ڈر لگتا۔ وہ سوتے سوتے اٹھ کر بیٹھ جاتی۔ گل افشاں کو جھنجھوڑ کر اٹھا دیتی اور وہ بے چاری خاموشی سے اٹھ کر بیٹھ جاتی۔ ''ہاں کیا ہوا؟''

''گل افشاں، میری پیاری بہن، مجھ کو ڈر لگ رہا تھا۔ وہ آ گیا تھا۔'' درخشاں لرزتے ہوئے کہتی۔

''اچھا، اب زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، خاموشی سے سو جا، میں جاگ رہی ہوں۔''

''میری پیاری بہن، میری طرف منہ کر لے۔''

''لے۔'' گل افشاں غصے میں کہتی۔ ''اب کہے گی، میرے اوپر ہاتھ رکھ لے۔''

''ایسا کرے تو بہت اچھا ہو، مجھے جلد نیند آ جائے گی، میں سو جاؤں

www.urdusala.com

گی؟ پھر تم بے شک' میرے اوپر سے ہاتھ ہٹالینا' ادھر کروٹ لے لینا۔'' درخشاں بڑی مسکینیت سے کہتی۔

اس کی مسکین صورت دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اس پر رحم آجاتا اور وہ غصہ چھوڑ کر' اسے پیار سے اپنے قریب کرلیتی۔

''باجی' تم فلمیں دیکھنا مت چھوڑنا' بے شک مرجانا۔'' وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی۔

درخشاں اس بات کا کوئی جواب نہ دیتی۔ تھوڑی دیر میں دونوں کو نیند آجاتی۔

صبح کو اٹھتیں تو رات کے خوف کا ان پر کوئی سایہ بھی نہ ہوتا۔

درخشاں نے ایم ایس سی کرنے کے بعد امریکا کا رخ کیا۔ نیویارک میں اس کے بڑے بھائی بابر بلال موجود تھے۔ لہٰذا رہائش کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ والدین نے بھی یہی سوچ کر اسے بھیج دیا تھا کہ بابر کے

ہوتے ہوئے اسے کسی قسم کی پریشانی نہ ہوگی۔

کراچی ایئرپورٹ پر جب گل افشاں نے اسے آنسو بھری آنکھوں سے رخصت کیا تو ایک نصیحت کی اور یہ نصیحت ڈراؤنی فلموں کے بارے میں تھی۔

''خدا کے لیے' وہاں اپنے اوپر رحم کرنا' ہورر فلمیں بھول کر نہ دیکھنا۔''

لیکن درخشاں نے نیویارک پہنچ کر سب سے پہلا کام کیا' وہ ہورر فلموں سے متعلق معلومات کا تھا۔ گھر میں وی سی آر موجود تھا' لیکن بھیا' بھابی کو فلموں سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ بھابی کو تو بالکل نہ تھا۔ کبھی کبھار بابر کا کوئی دوست بھارتی فلم کا کیسٹ اٹھالاتا تو وہ اس فلم کو چلتے پھرتے دیکھ لیا کرتی تھیں۔ بابر کے پاس وقت ہوتا تو وہ انگلش فلم دیکھ لیتا تھا ورنہ وی سی آر بند پڑا رہتا تھا۔

www.urdurasala.com

فلموں کے بارے میں بھیا' بھابی کی عدم دلچسپی سے اسے سخت مایوسی ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بھابی ذرا بھی فلموں میں دلچسپی رکھتی ہوں گی تو وہ انہیں کسی نہ کسی طرح ہورر فلموں کی طرف راغب کر لے گی۔ اگر وہ ڈراؤنی فلمیں دیکھنے کے لیے راضی نہیں ہوں گی' تب کم از کم وہ انہیں اپنا محافظ تو بنا لے گی۔

یہاں کا ٹیلی ویژن چوبیس گھنٹے چلتا تھا۔ بہت سے چینل تھے اور ان چینلوں پر مختلف قسم کے پروگرام پیش کیے جاتے تھے۔ اخبار دیکھ کر اس نے ٹی وی پروگراموں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ تب اسے معلوم ہوا کہ ایک دن چھوڑ کر ایک چینل سے رات بارہ بجے کے بعد ڈراؤنی فلمیں ٹیلی کاسٹ کی جاتی تھیں۔ یہ دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

اب اسے وی سی آر کی ضرورت تھی' نہ مسئلہ تھا کہ ڈراؤنی فلموں

کے کیسٹ کہاں سے حاصل کرے گی' کیونکہ نیویارک آئے ہوئے اسے چوبیس گھنٹے سے زائد نہ ہوئے تھے۔ وہ یہاں کی کسی ویڈیو شاپ سے واقف نہ تھی۔

آج بارہ بج کر پچیس منٹ پر جو فلم آنا تھا' وہ ایک دم نئی فلم تھی اور اسے ٹیلی ویژن کے پروگرام بنانے والے ایک کمرشل ادارے نے بنایا تھا۔ فلم کے تعارف سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک دلچسپ اور بے حد ڈراؤنی فلم ہوگی۔

ابھی رات کے نو بجے تھے۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہو کر کافی کے کپ ہاتھ میں تھامے' خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ پاکستان کی باتیں ہو رہی تھیں۔ بھیا اور بھابی ایک ایک کر کے عزیزوں' رشتے داروں اور دوستوں کا حال پوچھ رہے تھے۔ بھابی خاندان ہی کی تھیں' اس لیے ان کے اور بابر کے رشتے دار مشترکہ ہی تھے۔

بابر بلال کو امریکہ آئے تقریباً دس گیارہ سال ہو گئے تھے۔ وہ یہاں بہت اچھی طرح سیٹ تھے۔ ان کے پاس گرین کارڈ موجود تھا۔ وہ یہاں کی ایک بڑی فرم میں جو مختلف کاروبار کرتی تھی' ایک اچھے عہدے پر فائز تھے ان کا دفتر ان کی رہائش گاہ سے خاصے فاصلے پر تھا اس لیے انہیں دفتر وقت پر پہنچنے کے لیے گھر سے صبح ساڑھے سات بجے نکلنا پڑتا تھا۔ اسی طرح واپسی میں بھی انہیں سات آٹھ بج جاتے تھے۔ اس دوران بھابی گھر میں اکیلی ہوتی تھیں۔ بابر بلال کی شادی ہوئے پانچ سال ہو چکے تھے۔ ان کے ہاں ابھی کسی بچے نے جنم نہ لیا تھا۔

اس سلسلے میں بابر بلال بہت فکر مند تھے' لیکن بھابی فاخرہ ان کی اس فکر کو چٹکیوں میں اڑا دیتی تھیں۔ فاخرہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس کے یہاں اتنی جلد بچہ ہو۔ وہ ایک فیشن ایبل لڑکی تھی' اسے اپنے جسم کے

تناسب کا بہت خیال رہتا تھا۔ دوسرے وہ بچے کی پرورش سے بہت گھبراتی تھی۔ اس لیے وہ چاہتی تھی کہ یہ معاملہ جس قدر ٹل سکتا ہے' ٹلتا رہے۔ اس طرح اس نے ٹالتے ٹالتے پانچ سال گزار دیئے تھے' لیکن اب بابر بلال کا اس معاملے میں اصرار بڑھ رہا تھا' اس کا خیال تھا کہ اب شاید وہ اس سلسلہ میں مزید چھوٹ حاصل نہ کر سکے۔

درخشاں نے آ کر اس جلتے ہوئے مسئلے پر اور پٹرول چھڑک دیا۔ اس نے اپنے بھائی سے تو کچھ نہ کہا' وہ ان سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ ایک تو بڑے بھائی تھے' پھر وہ ریزرو بھی رہتے تھے۔ اس نے بھابی کو پکڑا۔

''کیوں بھابی' یہ کیا چکر ہے؟''

''کہاں' کیا چکر ہے؟'' فاخرہ نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہوتا کیوں نہیں؟'' درخشاں نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے

کہا۔

''بھئی' کیا نہیں ہوتا۔'' وہ کچھ نہ سمجھی۔

'پانچ سال ہو گئے۔'' درخشاں بولی۔

''کس بات کو؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''آپ کی شادی کو۔''

''تو پھر؟'' ''صاف کہلوا کر ہی رہیں گی۔''

''ہاں' صاف کہو پہیلی بجھانے کا کیا فائدہ۔''

''بچہ' کیوں نہیں ہوتا؟'' آخر درخشاں نے صاف کہہ دیا۔

''میری ساس' تجھے اتنی فکر کیوں ہے؟''

''بھابی قسم سے' تم اپنے ملک میں ہوتیں تو اب تک تمہاری مصیبت آ گئی ہوتی۔ امی نے اب تک تمہیں دنیا جہاں کے چکر کٹوا دیئے ہوتے۔ ڈاکٹری سے لے کر جھاڑ پھونک' تعویذ گنڈے

سب ہو چکے ہوتے اور تم نے بالآخر تنگ آ کر گردن جھکا دی ہوتی۔''

''گردن جھکا دی ہوتی' کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میں بھیا کا وہ خط پڑھ چکی ہوں جو انہوں نے امی کو لکھا تھا۔''

''ہائے' کیا یہ خالہ جان کو بھی کچھ لکھ چکے ہیں' کیا لکھا تھا' انہوں نے؟''

''یہی کہ فاخرہ ابھی نہیں چاہتی کہ اس کے یہاں بچہ ہو۔''

''بڑے خراب ہیں یہ۔'' فاخرہ نے شکوہ بھرے لہجے میں کہا۔

''خیر' کوئی بات نہیں' اب ہم ادھر آ گئے ہیں' ہو رہے گا کچھ نہ کچھ' گھبراؤ مت۔''

''اچھا میری ساس' فاخرہ نے ہنس کر کہا۔ ''میں بھی دیکھتی ہوں' کیا ہوتا ہے؟''

www.urdurasala.com

''ویسے بھابی' پانچ سال ہو گئے' ہم لوگوں پر اتنا ظلم نہ کرو' اب اس گھر میں ننھی ننھی چیخوں کی آواز آنے دو۔'' درخشاں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''پگلی' تو سمجھتی نہیں۔'' فاخرہ بولی۔

''سمجھاؤ گی تو سمجھوں گی نا' بولو' کیا کہنا چاہتی ہو۔'' درخشاں نے ذرا آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بچہ ہونا تو کوئی مسئلہ نہیں' لیکن بچے کی پرورش کرے گا کون؟ بھئی صاف بات ہے' مجھ سے یہ ذمے داری نہیں اٹھائی جائے گی۔ پھر ایک بات اور ہے بچے کی پیدائش کے بعد عورت میں جان نہیں رہتی' ایک دم کھوکھلی ہو جاتی ہے۔ موٹی' بھدی اور پلپلی ہو جاتی ہے۔''

''ساری عورتیں تو نہیں ہو جاتیں' بعض عورتیں ماں بننے کے بعد اور نکھر جاتی ہیں' پرکشش اور خوب صورت ہو جاتی ہیں۔'' درخشاں

نے دلیل دی۔

''سو میں سے کوئی ایک عورت ہوتی ہو گی جو ماں بننے کے بعد مزید خوب صورت ہو جاتی ہو گی' مجھے یقین ہے کہ میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں۔'' فاخرہ نے وثوق سے کہا۔

''وہ گئی یہ بات' بچے کی پرورش کی تو تمہیں کون سا ملازمت پر جانا ہوتا ہے' دن بھر گھر میں رہتی ہو' پھر کیا مشکل ہے۔ اب تو میں بھی یہاں آ گئی ہوں' دو تین سال ریسرچ میں لگ ہی جائیں گے۔ میں آپ کا ہاتھ بٹا دیا کروں گی۔ اب تو آپ مان جائیں۔''

''اور میرے حسن کا کیا ہو گا؟'' فاخرہ پریشان ہو کر بولی۔

''بگڑے گا نہیں' سنورے گا' یہ میری گارنٹی ہے' اگر بگڑ جائے تو پیسے واپس۔''

اسی طرح بحث مباحثے میں کوئی بارہ بج گئے۔ بابر بلال کب کے

www.urdurasala.com

سونے جا چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ہی درخشاں نے یہ ساری گفتگو چھیڑی تھی اور بڑی حد تک اس نے فاخرہ کو قائل کر لیا تھا۔

''ہائے' بارہ بج گئے' اب میں چلوں سونے۔'' فاخرہ اٹھتے ہوئے بولی۔ ''اب تم بھی سو جاؤ۔''

''بھابی' کیا آپ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے سوتی ہیں۔'' درخشاں نے پوچھا۔

''ہاں' کیوں؟''

''ایسے ہی پوچھ رہی تھی' میں خود دروازہ بند کر کے سوتی ہوں' دروازہ کھلا ہو تو میں سو ہی نہیں سکتی۔''

''ٹھیک ہے تو بند کر لینا۔'' فاخرہ نے کہا۔

''خیر' ابھی تو میں جاگ رہی ہوں' بارہ پچیس پر ٹی وی پر ایک فلم آئے گی' اسے دیکھ کر سوؤں گی۔''

''اچھا! اس وقت بھی ٹیلی ویژن پر کوئی فلم آتی ہے؟ یہ تو میں آج ہی سن رہی ہوں' مجھے یہاں رہتے ہوئے پانچ سال ہو گئے میں آج تک یہ بات نہ جان سکی' لیکن تمہیں یہاں آئے ابھی چوبیس گھنٹے ہوئے ہیں' پھر بھی تم نے یہ معلوم کر لیا کہ اس وقت فلم آتی ہے' تمہیں کس نے بتایا؟''

''یہ کون سی مشکل بات ہے' میں نے اخبار میں پروگرام دیکھا ہے۔ بھابی' بات یہ ہے کہ آدمی کا شوق ہو تو اسے خدا بھی مل جاتا ہے۔'' درخشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا اخبار سے معلوم ہوا تمہیں! بھئی یہاں اخبار پڑھتا کون ہے۔ یہاں اخبار بھی تو ڈیڑھ سیر ہوتا ہے صفحات الٹتے الٹتے آدمی تھک جاتا ہے۔ میں تو بس اشتہار کے لیے اخبار دیکھتی ہوں۔''

''ماشاءاللہ' آپ بڑا اچھا کرتی ہیں' کچھ دیر بیٹھ جائیں نا' فلم دیکھ

www.urdurasala.com

کر ہی جائیں۔ فلم بھی بڑی مزیدار ہے۔'' درخشاں نے اس کے شوق.....کو ابھارنے کی کوشش کی۔

''بے حد ڈراؤنی' آپ نے کبھی ہورر فلمیں دیکھی ہیں؟'' درخشاں نے پوچھا۔

''نا بابا' مجھے تو تم معاف رکھو' میں دیسی فلمیں نہیں دیکھتی تو یہ خوفناک فلم کیا دیکھوں گی۔ تم دیکھو' میں تو چلی' صبح مجھے جلدی اٹھنا ہوتا ہے۔ اچھا شب بخیر۔'' یہ کہہ کر وہ بیڈ روم میں داخل ہوئی اور کھٹاک سے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔

درخشاں نے جس مقصد کے لیے یہ بات چھیڑی تھی' وہ دل ہی دل میں رہ گئی۔ یہ بات تو درخشاں کو کراچی سے ہی معلوم تھی کہ بھابی کو فلمیں دیکھنے کا قطعاً شوق ہی نہیں لہٰذا اس وقت ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ ان سے یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ

وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے نہ سوئیں تا کہ اسے ڈر لگے تو وہ انہیں خاموشی سے اٹھالے' لیکن یہ بات وہ کچھ شرم اور کچھ جھجک کی بنا پر نہ کہہ سکی کہ بھابی کیا کہیں گی' کیا سوچیں گی۔ ہوسکتا ہے وہ پلٹ کر کہہ دیں کہ بی بی' اتنا ہی ڈرتی ہو تو پھر فلم دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر انہیں کون قائل کریگا۔

فاخرہ کے کمرا بند کرنے کے بعد اس نے سر کو فیصلہ کن انداز میں جھٹکا اور ذرا اپنے آپ میں ہمت پیدا کر کے بولی۔ ''دیکھا جائے گا۔'' اس نے اپنے کمرے میں ٹیلی ویژن گھسیٹا اور اسے کھول کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

www.urdusala.com

ٹھیک بارہ پچیس پر اناؤنسر نمودار ہوئی۔

اس نے فلم شروع ہونے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی خصوصی ہدایت بھی کہ اس فلم کو کمزور دل حضرات ہرگز نہ دیکھیں۔ اور مضبوط دل کے لوگ بھی اسے اکیلے نہ دیکھیں۔ یہ بات سن کر جہاں اس کے ذہن میں سنسنی پیدا ہوئی' وہاں اس نے سوچا کہ خیر' وہ مضبوط دل کی تو ہے' پوری فلم دیکھ لے گی' لیکن ہے اکیلی۔ کمرے میں اکیلی ہے تو کیا ہوا' گھر میں بھیا' بھابی تو ہیں۔ اگر بہت ڈر لگے گا تو وہ انہیں جگا لے گی۔ بے شک' بھیا بعد میں ڈراؤنی فلم دیکھنے پر کتنا ہی ڈانٹیں۔

فلم شروع ہو چکی تھی۔

درخشاں نے اپنے گرد اچھی طرح کمبل لپیٹ لیا۔ باہر اچھی خاصی سردی تھی۔ کمرے میں ہیٹر جل رہا تھا۔ اس لیے سردی کا احساس زیادہ نہ تھا' لیکن فلم جوں جوں آگے بڑھتی گئی' کمرا سرد ہوتا گیا۔ کمبل

اور ہیٹر کے باوجود اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈ اترنے لگی۔ وہ ہمت کر کے اٹھی اور کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ کھڑکیاں پہلے سے بند تھیں۔ دروازہ بند ہونے سے تنہائی کا احساس زیادہ بڑھا۔ پھر اس نے ڈر کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلا ہو گا تو اسے بھیا کے دروازے تک بھاگ کر جانے میں آسانی ہو گی۔ کچھ دیر خوف نے پھر زور مارا تو اس نے دروازہ پھر سے بند کر دیا۔

بس فلم کے اختتام تک یہی ہوتا رہا۔ کبھی وہ اٹھ کر دروازہ بند کرتی' کبھی کھول دیتی۔

تقریباً دو بجے فلم ختم ہوئی۔ فلم بہت ڈراؤنی تھی' لیکن اتنی ڈراؤنی نہ تھی جتنا اناؤنسر نے ڈرا دیا تھا۔ حسب معمول خوف کے مارے اس کا برا حال تھا۔ دروازہ اس نے اندر سے لاک کر دیا تھا۔ کمرے کی بتی روشن تھی اور وہ کمبل میں گڑی مڑی ہوئی لیٹی تھی۔

www.urdusalacom

زبردستی آنکھیں بند کر کے وہ سونے کی کوشش کر رہی تھی' لیکن نیند کہاں؟ رہ رہ کر فلم کے مناظر اس کی نظروں میں گھوم رہے تھے۔

کروٹ لیتے ہوئے بیڈ ذرا بھی چرچراتا تو درخشاں کے اس سردی میں پسینے چھوٹ جاتے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ جاتی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگتی۔

اس وقت اسے گل افشاں بڑی شدت سے یاد آ رہی تھی۔ وہ ہوتی تو کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ وہ اس سے لپٹ کر سو جاتی۔ ڈر ضرور لگتا' لیکن کسی کے پاس ہونے کا احساس بھی ہوتا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ بھابی کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا دے اور فاخرہ کو اپنے ساتھ لے آئے' لیکن پھر جھجک آڑے آ گئی۔ بھابی کیا سوچیں گی کہ یہ کس قدر ڈرپوک لڑکی ہے۔

بس اسی ادھیڑ بن میں ڈرتے ڈرتے اسے نیند آ گئی۔

صبح کو دروازے پر کسی نے دستک دی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تو سات بج رہے تھے۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا باہر بھیا کھڑے تھے۔

"سنا ہے' رات کو آپ نے فلم دیکھی اور وہ بھی ہورر ایبل' لیکن یہ آپ اتنی بہادر کب سے ہو گئیں کہ اکیلے ہی فلم دیکھ لی۔ میری معلومات کے مطابق تو آپ خاصی ڈرپوک واقع ہوئی ہیں۔ ہو سکتا ہے' دس گیارہ سال میں آپ نے ترقی کر لی ہو اور ڈرنا چھوڑ دیا ہو۔"

"بھیا' رات کو فلم بڑی خطرناک تھی' مجھے بڑا ڈر لگا۔"

"ایسی فلمیں تنہا نہیں دیکھنا چاہئیں۔"

"میں نے رات کو بھابی سے کہا تھا بیٹھنے کو' لیکن انہیں تو فلموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"ہاں' اس معاملے میں وہ میری طرح بدذوق ہے۔"

''تب ہی تو خوب نبھ رہی ہے دوتوں بدذوقوں میں۔'' درخشاں نے چھیڑا۔

''اے درخشاں' میں سب سن رہی ہوں تمہاری بکواس۔'' باورچی خانے سے فاخرہ کی آواز آئی۔

''بھابی' میں تو آپ دونوں کی تعریف کررہی ہوں۔''

''اچھا درخشاں' میں' یہ کہہ رہا تھا' میرے پاس وقت کم ہے۔ دس بارہ منٹ بعد میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔تم ایسا کروٗرات کو جاگی ہوتو نوبجے تک سوجاؤ' دس بجے پروفیسر ڈینی آئیں گے تمہیں یونیورسٹی لے جانے کے لیے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ میں خود تمہیں ساتھ یونیورسٹی چلوں گا مگر میرے جانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میں بھی وہاں تمہاری ہی طرح ہوں گا۔ ڈینی یونیورسٹی سے اچھی طرح واقف ہیں۔وہ میرے دوست ہیں۔ لسانیات کے پروفیسر ہیں۔

ڈین فیکلٹی آف سائنس ان کے بہت اچھے دوست ہیں۔ وہ ان سے بھی تمہارا تعارف کروادیں گے' اس طرح تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ پھر تم وہاں سے اکیلی واپس آجانا۔ میرے دفتر کا ٹیلی فون نمبر گھر کا پتا اپنے پاس رکھ لو جو راستہ بھولنے کی صورت میں کام آئے گا۔ ٹھیک ہے؟'' بابر بلال نے اس کی طرف اپنا کارڈ بڑھاتے ہوئے کہا جس پر دفتر کا ٹیلی فون نمبر اور گھر کا پتا بھی درج تھا۔

''درخشاں ناشتہ! فاخرہ نے باورچی خانے سے پکارا۔

''اچھا بھابی۔'' درخشاں نے جواب دیا۔''میں دانت برش کر کے آتی ہوں۔''

''ارے فاخرہ' اسے ابھی سونے دو' نو بجے اٹھا کر ناشتہ کروا دینا۔'' بابر بلال نے باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔''نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہورہی ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے درخشاں، تم سو جاؤ، میں تمہیں اٹھا لوں گی۔''

''اوکے بھابی۔'' یہ کہہ کر وہ واپس پلٹی اور بیڈ پر کسی شہتیر کی طرح گری اور پانچ منٹ کے اندر نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

بابر بلال کو خدا حافظ کہنے کے بعد فاخرہ نے دروازہ بند کیا۔ پھر وہ درخشاں کے کمرے میں داخل ہوئی درخشاں بڑی گہری نیند میں تھی۔ اس نے آہستگی سے ٹی وی ٹرالی کو کھینچ کر لاؤنج میں اس کی جگہ پر پہنچایا اور پھر درخشاں کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

ادھر سے مطمئن ہو کر وہ اپنے کمرے میں پہنچی۔ کھڑکی سے پردہ سرکایا، لیکن باہر بہت کہر تھی، اس لیے پردہ سرکانے کے باوجود کمرے میں روشنی نہ ہوئی۔ پردہ برابر کر کے اس نے ٹیبل لیمپ روشن کر دیا۔ میز پر رکھے ڈرائنگ بورڈ کو سیدھا کیا پھر میز کی دراز سے تالا کھول کر ایک رول کیا ہوا کاغذ نکالا۔ اس کاغذ کو پنوں کے ذریعے بورڈ پر لگایا

اور اس آدھی بنی تصویر کو ایک نظر دیکھا...... پھر بورڈ میں انلارجر لگا کر کام شروع کر دیا۔

پھر وہ کام میں اس قدر محو ہوئی کہ اسے وقت کا اندازہ نہ رہا۔

درخشاں جب سونے کے لیے لیٹی تھی تو اس کے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ اس نے نو بجے اٹھنا ہے۔ اس خیال نے گھڑی کے الارم کی طرح کام کیا۔ ٹھیک نو بجے اس کی آنکھ پٹ سے کھل گئی۔ چند سیکنڈ اسے اپنے حواس درست کرنے میں لگے۔ پھر وہ اپنے بالوں کا جوڑا بناتی ہوئی بیڈ سے اٹھ گئی۔

وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر سوئی تھی، لیکن اس وقت دروازہ بند تھا۔ اس نے سوچا، بھابی نے بند کر دیا ہوگا کہ وہ پورے سکون سے سو سکے۔

جب اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولنا چاہا تو وہ نہ کھلا۔ دروازہ لاک تھا۔ پھر اچانک اسے رات کی فلم یاد آگئی اور

ایک خوف کی لہر اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔

یہ دروازہ باہر سے بھابی نے کیوں لاک کیا ہے؟ کیا وہ گھر میں نہیں۔ ہوسکتا ہے، وہ کچھ شاپنگ کرنے چلی گئی ہوں، لیکن انہیں اس طرح بند کر کے تو نہیں جانا چاہئے۔ کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بجائے انہیں گھر کا دروازہ بند کرنا چاہئے تھا۔

پھر درخشاں نے چابی کے سوراخ سے باہر جھانکنے کی کوشش کی، لیکن اسے سوائے دیوار کے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہ زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی۔

زور زور سے دروازہ پیٹے جانے پر فاخرہ کو ایک دم ہوش آ گیا۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تو نو بج چکے تھے۔ پھر اس نے جلدی جلدی پتیں نکال کر اس کاغذ کو رول کیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا کاغذ بورڈ پر لگا دیا۔ اس کاغذ پر ایک نامکمل لینڈ اسکیپ بنا ہوا تھا۔ پھر جلدی سے

اٹھ کر بھاگی۔

فاخرہ نے چابی سے کمرے کا تالا کھولا اور مسکراتی ہوئی درخشاں سے لپٹ گئی۔

''ڈر یں تو نہیں؟''

''ویسے آپ نے خوفزدہ کرنے میں کوئی کسر بھی نہ چھوڑی تھی۔'' درخشاں نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہائے، تم تو سچ مچ ڈر گئیں۔'' فاخرہ فکرمند ہوتے ہوئے بولی۔

''بس، آپ دو چار منٹ اور دروازہ نہ کھولتیں تو میں کھڑکی سے باہر چھلانگ لگانے والی تھی۔ مجھے پکا یقین ہو گیا تھا کہ یہ مکان آسیب زدہ ہے۔''

''چل پگلی۔'' فاخرہ نے پیار سے اس کے رخسار پر چپت لگائی۔ ''میں نے تو ایسے ہی مذاق میں تالا لگا دیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس

www.urdurasala.com

حرکت کو آسیب کی کارستانی سمجھو گی تو میں ہرگز ایسا نہ کرتی۔"

"آپ کیا کر رہی تھیں اس وقت؟" درخشاں نے پوچھا۔

"میں ایک تصویر پر کام کر رہی تھی، تمہیں ہے کچھ آرٹ سے دلچسپی یا تمہارا ذوق بھی عورت کو انا س سمجھنے کی حد تک ہے۔"

"آپ کسی حد تک ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" درخشاں نے برا مانے بغیر کہا۔ "سمجھا تھا جسے انا س وہ عورت نکلی۔ اپنا بھی کچھ اسی طرح کا حال ہے۔"

"پھر تو تم سے اس موضوع پر بات کرنا فضول ہی ہوگا۔" فاخرہ نے کہا۔

"بھابی، آپ کو یہ آرٹ سے کس طرح لگاؤ ہو گیا؟ پاکستان میں تو ایسا کوئی چکر نہ تھا۔"

"آرٹ سے دلچسپی تو مجھے شروع سے ہے، لیکن کبھی اسے سنجیدگی سے لیا نہ تھا۔ یہاں تنہائی نے مجھے اس کی طرف راغب کر دیا۔ وقت گزارنے کا یہ بہت خوبصورت مشغلہ ہے۔"

"آپ نے یہاں کسی سے سیکھا یا بس خود ہی برش چلانا۔" درخشاں نے پوچھا۔

"انٹرویو شروع ہو گیا۔" فاخرہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی جناب اور آپ یہ دیکھیں کہ انٹرویو لینے یہ بندی کتنی دور سے آئی ہے۔" درخشاں مسکرائی۔

"درخشاں، میں نے یہاں ایک آرٹ اکیڈمی میں دو سال کا کورس کیا ہے۔ اس مصوری کے علاوہ میرا ایک مشغلہ اور ہے۔ تم سنو گی تو شاید تمہیں حیرت ہو۔"

"اچھا، وہ کیا؟" درخشاں نے پوچھا۔

"میوزک۔" فاخرہ نے بتایا۔

www.urdusala.com

”یعنی گانا۔“ درخشاں نے وضاحت چاہی۔

”نہیں، بجانا۔“

”ہاں!“ درخشاں نے حیرت سے کہا۔ ”ارے بھابی، آپ نے امریکا آکر بڑی ترقی کرلی، آپ کیا بجاتی ہیں؟“

”میں وائلن بجاتی ہوں۔“

”لیکن وائلن تو بہت مشکل انسٹرومنٹ ہے۔“ درخشاں نے کہا۔

”دیکھ لو اس مشکل کو میں نے آسان کرلیا۔“ فاخرہ کے لہجے میں فخر تھا۔

”واہ۔ بھابی، پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔“ وہ باتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ”میں ذرا یونیورسٹی سے فارغ ہوکر آجاؤں، پھر سنوں گی آپ سے وائلن۔“

”ہاں، ٹھیک ہے۔ پروفیسر ڈینی بھی آتے ہوں گے، تم جلدی

سے تیار ہوجاؤ۔ میں تمہارے لیے ناشتا تیار کرتی ہوں۔“ یہ کہہ کر فاخرہ نے باورچی خانے کا رخ کیا۔

درخشاں نے جلدی جلدی ہاتھ منہ دھویا، اپنے بالوں پر برش پھیرا اور پھر باورچی خانے میں جھانکتے ہوئے بولی۔ ”ہاں بھابی، میں آپ کی کچھ مدد کروں۔“

”بس، آپ اتنی مدد کریں کہ میز پر براجمان ہوجائیں، میں ناشتا لا رہی ہوں“ فاخرہ نے خوشدلی سے کہا۔

”بھابی، ناشتے میں کیا ہے؟“ درخشاں نے پوچھا۔

”تمہیں کیا چاہیے؟“ فاخرہ نے پوچھا۔ ”امریکی یا پاکستانی ناشتا؟“

”ہم تو فقیر لوگ ہیں جو مل جائے خوشی سے کھالیں گے۔“ درخشاں نے صدا لگائی۔

”پھر صبر سے بیٹھیں اور ناشتے کے میز پر آنے کا انتظار کریں۔“

www.urdurasala.com

فاخرہ نے صبر کی تلقین کی۔

اور جب ناشتا درخشاں کے سامنے آیا تو اس نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ ''قیمہ پراٹھا' میرا پسندیدہ ناشتا' بھابی فاخرہ زندہ باد۔''

پھر ناشتا کرتے اور خوش گپیاں کرتے ساڑھے نو بج گئے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر درخشاں نے اپنا لباس تبدیل کیا اور پھر وہ کاغذات نکالنے لگی جن کی یونیورسٹی میں آج ضرورت پڑتی۔

اسے یقین تھا کہ پروفیسر ڈینی صحیح وقت پر گھر پہنچ جائیں گے' اس لیے اس نے ان کے آنے سے پہلے اپنی تیاری مکمل کر لی تاکہ اگر وہ فوراً چلنے کے لیے کہیں تو وہ ان کے ساتھ نکل سکے' لیکن پروفیسر ڈینی دس کے بجائے سوا دس بجے تشریف لائے۔

جب گھر کی گھنٹی بجی تو فاخرہ نے درخشاں سے کہا۔ ''ذرا دیکھو' دروازے پر کون ہے' میرا خیال ہے کہ پروفیسر ڈینی ہوں گے۔''

''جی اچھا۔'' درخشاں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یہ پندرہ منٹ لیٹ کیوں آئے ہیں۔''

درخشاں نے دھیرے سے دروازہ کھولا تو اسے سوٹ پوش شخص مسکراتا نظر آیا۔ اس کی آنکھیں کالی تھیں' لیکن بال ڈارک براؤن تھے اور پیشانی پر پڑے ہوئے تھے۔ کلین شیو' سرخ سفید رنگت' درخشاں نے اندازہ لگایا کہ وہ اس سے آٹھ دس سال بڑے رہے ہوں گے۔

''میں ڈینی ہوں' ڈینی آئزک۔'' انہوں نے انگریزی میں کہا۔

''گڈ مارننگ پروفیسر' میرا نام درخشاں ہے۔'' درخشاں بولی۔

''درکھشاں؟'' پروفیسر ڈینی نے اس کے نام کے تلفظ کی ریڑھ مارتے ہوئے کہا۔ ''مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔''

''درخشاں کا خیال تھا کہ وہ اس جملے کے ساتھ ہی اس سے ہاتھ

ملانے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا' لیکن ایسا نہ ہوا۔ درخشاں نے سکون کا سانس لیا اور رسماً بولی۔ مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ آیئے' اندر تشریف لایئے۔''

''کیا آپ چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں؟'' انہوں نے مسکرا کر سوال کیا۔

''جی' میں بالکل تیار ہوں' ویسے اگر ہم کافی پی کر گھر سے نکلیں تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔''

''کوئی مضائقہ نہیں' میں نے ساڑھے گیارہ بجے ڈین سے ملاقات کا وقت لے رکھا ہے۔ پندرہ منٹ میں پہلے ہی لیٹ ہوں جس کی ابھی میں نے معذرت نہیں کی۔ بس ہمارے پاس دس بارہ منٹ ہیں۔'' پروفیسر ڈینی نے اندر آتے ہوئے کہا۔

''کافی پیتے میں مشکل سے دس منٹ لگیں گے۔'' درخشاں نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہیلو پروفیسر ڈینی۔'' فاخرہ نے ان کو خوش آمدید کہا۔ آیئے آیئے۔''

''ہاؤ' مسز بابر'' کیسی ہیں آپ؟'' پروفیسر ڈینی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔'' سوری' میں پندرہ منٹ لیٹ ہوگیا' اصل میں گاڑی کچھ نخرے دکھا رہی تھی' راستے میں اسے ٹھیک کریا۔ اس لیے دیر ہو گئی۔''

''بھابی' آپ بیٹھیں' میں کافی بناؤں۔'' درخشاں نے کہا۔

''نہیں' تم بیٹھو' میں بناتی ہوں کافی۔'' فاخرہ نے کہا' پھر وہ پروفیسر سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔'' کوئی بات نہیں پروفیسر' زندگی میں دیر سویر تو چلتی رہتی ہے۔''

دو منٹ میں فاخرہ کافی بنا لائی' اس عرصے میں سوائے دو تین رسمی

www.urdusasala.com

جملوں کے ان کے درمیاں کوئی بات نہ ہوئی۔ کافی پیتے ہوئے درخشاں نے پروفیسر ڈینی کو غور سے دیکھا۔

وہ کہیں سے پروفیسر دکھائی نہ دیتا تھا۔

پروفیسر کے بجائے وہ ایک چاق و چوبند سیکرٹ ایجنٹ زیادہ دکھائی دیتا تھا۔ نیوی بلیو سوٹ میں وہ کچھ زیادہ ہی پرکشش دکھائی دے رہا تھا۔

اچھا مس درخشاں' اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' کافی ختم کرنے کے بعد پروفیسر نے کہا۔

''جی' بالکل چلیں۔'' درخشاں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''درخشاں' واپسی کب تک ہوگی؟'' فاخرہ نے انگریزی میں پوچھا۔

درخشاں کو اندازہ نہ تھا کہ وہاں کتنی دیر لگے گی۔ اس لیے جواب

کے لیے اس نے پروفیسر ڈینی کی جانب دیکھا۔ ''کیوں پروفیسر ڈینی' واپسی کتنی دیر میں ہو جائے گی؟''

''مسز بابر' آپ ان کے لیے لنچ تیار رکھیں' یہ ایک اور ڈیڑھ کے درمیان آجائیں گی۔'' پروفیسر ڈینی نے فاخرہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ٹھیک ہے' میں آپ دونوں کے لیے لنچ تیار کر لیتی ہوں' آپ واپسی میں ادھر ہی آیئے گا۔''

''شکریہ مسز بابر' میں نہیں آسکوں گا' مجھے کچھ کام ہے۔''

اس دونوں کے جانے کے بعد فاخرہ نے بڑی بے قراری سے گھر کا دروازہ بند کیا اور جلدی جلدی کسی کو ٹیلی فون کرنے لگی۔

''آج کا موسم خاصا خوشگوار ہے۔'' پروفیسر ڈینی نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

لیکن مجھے تو سردی لگ رہی ہے۔ یہ بات اس نے کہنا چاہی لیکن

www.urdurasala.com

کہی نہیں' وہ بولی ''جی' آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

''کیا آپ کے شہر میں بھی اتنی سردی ہوتی ہے؟'' پروفیسر ڈینی نے پوچھا۔

''جی نہیں۔'' درخشاں نے مختصر جواب دیا۔

''پھر تو آپ کو سردی لگ رہی ہوگی۔''

''نہیں' گھر میں تو اتنی نہیں محسوس ہو رہی تھی' لیکن باہر نکل کر معلوم ہوا کہ سردی ہے۔''

''جلدی سے اس سردی کی عادی ہو جائیں' ابھی تو آپ کو یہاں کئی سال گزارنے ہیں۔''

''ہم پاکستانی بڑے سخت جان ہوتے ہیں' ہر طرح کے موسم میں گزارا کر لیتے ہیں۔''

''ہاں' میں نے بابر کو دیکھا ہے' شروع میں یہاں آیا تو سردی کہ

وجہ سے پناہ مانگتا تھا' لیکن اب اس سے یہاں کی سردی پناہ مانگتی ہے۔'' پروفیسر ڈینی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں پاکستان دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یہ تو کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں' اس سلسلے میں آپ بابر بھیا سے بات کریں۔''

''لیکن میں جانے سے پہلے تھوڑی سی اردو سیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک بار بابر نے مجھے سکھانا شروع کیا تھا' لیکن پھر معاملہ ٹھپ ہو گیا۔ میں دو چار جملے ہی سیکھ پایا' مثلاً آپ کا کیا حال ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ کا نام کیا ہے وغیرہ۔'' پروفیسر ڈینی کی زبان سے اردو کے جملے سن کر اسے بڑی طمانیت کا احساس ہوا۔

ایک یہ ہے جو امریکی ہو کر اردو سیکھنے کی بات کر رہا ہے' اردو بولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک ہم ہیں جنہیں اردو آتی ہے' پھر بھی ہم

www.urdusala.com

اسے بولنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

''میں سکھاؤں گی آپ کو اردو۔'' درخشاں نے بڑے خلوص سے کہا۔

''واقعی!'' پروفیسر ڈینی نے حیرت سے کہا۔ ''پھر تو شاید میں جلد ہی سیکھ جاؤں۔''

''وہ کیوں؟'' وہ کچھ سمجھی' کچھ نہ سمجھی۔

''بھئی ایسا حسین ٹیوٹر جسے مل جائے' وہ بھلا کیسے نہ سیکھے گا۔''

پروفیسر ڈینی نے یہ بات بڑی سادگی سے کہی۔

وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

''آپ نے میری بات کا برا تو نہیں مانا۔'' پروفیسر ڈینی نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا آپ نے کوئی برا ماننے والی بات کہی؟'' درخشاں نے الٹا سوال کیا۔

''نہیں' میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی' لیکن آپ کی خاموشی سے شبہ پیدا ہوا۔ بات یہ ہے مس درخشاں کہ خواتین کے حسن کو خراج تحسین پیش کرنا یہاں کی تہذیب کا حصہ ہے۔ آپ کیونکہ ہماری تہذیب کا حصہ نہیں ہیں۔ اس لیے اگر آپ کو میری بات بری لگی ہو تو میں فوراً معذرت کرلوں گا۔''

''کسی کو کچھ کہہ کر پھر معذرت کرنا' کیا یہ بھی یہاں کی تہذیب کا حصہ ہے؟'' درخشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جواب میں پروفیسر ڈینی صرف مسکرا کر رہ گئے۔

یونیورسٹی میں پروفیسر ڈینی کی واقفیت کی بنا پر زیادہ دیر نہ لگی۔ سائنس فیکلٹی کے ڈین نے درخشاں کو خاصی پذیرائی بخشی اور اس طرح وہ داخلے کے مراحل سے باآسانی گزر گئی۔

ایک بجے کے قریب پروفیسر ڈینی نے درخشاں کو ایک بس سٹاپ

www.urdusala.com

پر اتار دیا۔

''میں آپ کو گھر تک چھوڑ دیتا' لیکن ایک تو بابر کی ہدایت تھی کہ میں آپ کو بس کا راستہ دکھا دوں' دوسرے آج میری کچھ مصروفیت ایسی ہے کہ میں آپ کو چھوڑنے نہیں جا سکتا۔''

یہ کہہ کر پھر اس نے درخشاں کو بس کے بارے میں بتایا کہ کہاں اترنا ہے۔

''ویسے یہ راستہ بھولنا بڑا آسان ہوتا ہے کیونکہ نئے آتے والے کو یہاں کے سارے چوراہے اور بلڈنگیں یکساں دکھائی دیتی ہیں' لیکن پھر دھیرے دھیرے پہچان بڑھتی جاتی ہے۔ یہی مسئلہ' یہاں کے انسانوں کے ساتھ بھی ہے۔ سڑک پر گھومتے پھرتے دور سے سب ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں' لیکن انہی چہروں میں کوئی اپنا چہرہ بھی ہوتا ہے جسے ہمارے اندر کی لگن اسے دوسروں سے الگ کر دیتی

ہے' منفرد بنا دیتی ہے۔ بہر حال تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آپ راستہ بھول جائیں تو ٹریفک پولیس سے مدد لے لیں۔ وہ آپ کو نہ صرف آپ کے گھر تک چھوڑ دے گا' بلکہ گائیڈ بھی کر دے گا۔ آپ کے پاس گھر کا پتا اور بابر کا فون نمبر تو ہے؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''جی ہاں' ہے۔'' درخشاں نے جواب دیا۔

''بس پھر خدا حافظ' وہ سامنے سے آپ کی بس آ رہی ہے۔''

وہ اسے خدا حافظ کہہ کر بس میں سوار ہو گئی اور مطلوبہ اسٹاپ پر اتر کر اس نے گھر کی راہ لی۔ اس کا فلیٹ کیونکہ مین روڈ سے ہٹ کر تھا' اس لیے تھوڑا سا پیدل چلنا پڑا' لیکن وہ بغیر کسی سے پوچھے بہ خیر و عافیت گھر پہنچ گئی۔

بابر بلال کا فلیٹ فرسٹ فلور پر تھا لہٰذا اس نے لفٹ کے چکر میں پڑنے سے بہتر یہ سمجھا کہ سیڑھیوں کے ذریعے اوپر جائے۔ جب وہ

www.urdurasala.com

سیڑھیاں چڑھ رہی تھی تو اسے دروازہ کھلنے اور پھر فوراً بند ہونے کی آواز آئی۔

پھر ایک شخص اس کے سامنے سے تیزی سے سیڑھیاں اترتا گزر گیا۔ درخشاں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی' لیکن جانے اسے یہ احساس کیوں ہوا کہ یہ شخص اس کے گھر سے نکلا ہے۔ اس نے محض دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تھی' اسے دروازے سے نکلتے نہ دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے' وہ کسی اور دروازے سے نکلا ہو۔ اس نے سوچا۔ اس فلور پر چار فلیٹ تھے۔

گھنٹی بجانے پر کچھ دیر بعد فاخرہ نے دروازہ کھولا اور اسے دروازے پر پا کر کھل اٹھی۔

''ارے' بڑی انگریزوں کی طرح آئی ہو۔'' اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

''انگریزوں کی طرح نہیں' امریکیوں کی طرح۔'' درخشاں بولی۔

''ایک ہی بات ہے وہ بھی گورے یہ بھی گورے۔'' فاخرہ نے ہنس کر کہا۔

''آپ ابھی تک کچن میں گھسی ہوئی ہیں۔'' درخشاں ہاتھ پاؤں پھیلا کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''وہ ایپرن بندھے ہوئے تھی۔''

''ہاں' بس تھوڑا سا کام باقی ہے۔'' فاخرہ نے کہا۔

''یعنی روٹیاں پکانا ہیں؟'' درخشاں نے پوچھا۔

''ہاں' تمہیں بھوک تو نہیں لگ رہی۔''

''نہیں'' آپ صبح سے کام کر کے تھک گئی ہوں گی' لایئے' روٹیاں میں پکا دوں۔''

''ارے نہیں' دو آدمی کی تو روٹی پکانا ہے۔ تم خود تھک کر آ رہی ہو'

ہاں یہ تو بتاؤ تمہارا کیا رہا۔ کام ہو گیا؟'' فاخرہ نے باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

'جی بھابی' اپنا کام ہو گیا' بس کل سے باقاعدگی سے یونیورسٹی جانا ہے۔''

''چلو' مبارک ہو۔ ویسے پروفیسر ڈینی کی وجہ سے کافی مدد ملی ہو گی۔

''جی ہاں' سب کچھ انہوں نے ہی کیا' میں تو بس ان کے ساتھ چلتی رہی۔''

''ان کے ساتھ چلنا کیسا لگا؟'' اس نے پوچھا۔

فاخرہ کیونکہ باورچی خانے میں تھی' اس لیے وہ اس جملے کی ادائیگی کے وقت اس کے تاثرات نہ دیکھ سکی۔ لہجے سے کوئی خاص اندازہ نہ ہوا کہ یہ بات یونہی کہہ دی ہے یا اس کے پس پردہ کچھ معنی

چھپے ہیں۔ اس نے سوچا' اگر اس جملے میں کوئی معنی چھپے ہیں تو بے شک چھپے رہیں' وہ خواہ مخواہ کیوں جھجکے۔ ہو سکتا ہے' کہ بات بھابی نے سادگی سے ہی کہی ہو۔

''اچھا لگا۔ پروفیسر ڈینی بہت ذہین آدمی ہیں۔ خاص طور سے انہیں اپنی بات کہنا خوب آتی ہے۔'' درخشاں نے بڑی بے تکلفی سے ان کی تعریف کر دی۔

تب فاخرہ نے باورچی خانے سے باہر جھانکا اور معنی خیز انداز میں بولی۔ ''ایسا کیا کہہ دیا انہوں نے۔''

''وہ بہت مہذب آدمی ہیں۔'' درخشاں نے سنجیدگی سے کہا۔

''صاف ظاہر ہے' اگر وہ مہذب ہوتے تو تمہارے بھائی تمہیں ان کے ساتھ کیسے بھیج دیتے۔ اچھا چلو چھوڑو۔ اس بحث کو' کھانا تیار ہے' تم ڈریس تبدیل کر لو۔''

www.urdurasala.com

جانے کیوں' بھابی کی پروفیسر کے حوالے سے یہ جملے بازی اسے کچھ اچھی نہ لگی۔ ہم جب کسی مرد' عورت کو ایک جگہ اکٹھا دیکھتے ہیں تو ہزار مفروضے گھڑ لیتے ہیں' جانے کیا کیا سوچ لیتے ہیں' جانے کہاں تک سوچ لیتے ہیں۔ درخشاں کو ایسی باتوں سے بڑی الجھن ہوتی تھی۔ وہ بڑے صاف ذہن کی لڑکی تھی۔ مردوں سے بلاجھجک گفتگو کرتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ایم ایس سی کرنے کے باوجود وہ یونیورسٹی سے بغیر کسی افیئر کے نکل آئی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ لڑکے اس کے نزدیک نہ آتے ہوں۔ وہ ایک دلکش لڑکی تھی۔ لڑکے اس کے نزدیک ہونے کو اپنی خوش قسمتی گردانتے تھے' لیکن وہ ان کے ساتھ کچھ اس طرح کا رویہ اختیار کرتی تھی کہ وہ سب اپنی مکالمے بازی بھول کر سیدی راہ اختیار کر لیتے۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ بے اعتنائی یا سخت انداز اختیار کرتی

ہو۔ وہ ان کے ساتھ بہت بے تکلفی سے بات کرتی تھی' لیکن اس بے تکلفی میں بھی ایک حجاب ہوتا تھا اور یہی حجاب فصیل کا کام دیتا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ کچھ دیر آرام کے لیے لیٹ گئی۔ بیڈ پر لیٹی تو پروفیسر ڈینی اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔

''دور سے دیکھنے پر سب کے چہرے ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں' لیکن انہی چہروں میں کوئی ایسا چہرہ بھی ہوتا ہے جسے ہمارے اندر کی لگن اسے دوسروں سے الگ کر دیتی ہے۔''

یہ بات پروفیسر ڈینی نے کیوں کہی؟ اس بات کا کوئی مطلب ہو سکتا ہے؟ یہ سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں میں نیند اترنے لگی۔

پھر وقت کو پر لگ گئے۔

درخشاں اپنے ریسرچ کے کام میں دلجمعی سے جت گئی۔ پروفیسر ڈینی سے بھی اس کی ملاقاتیں جاری رہیں۔ کبھی وہ گھر آ جاتے' کبھی

یونیورسٹی مل میں جاتے۔ ایک دوبار وہ ان کے ساتھ ریستوران میں کافی پینے بھی گئی۔ اس ساری ملاقاتوں کے باوجود کبھی پروفیسر ڈینی نے کوئی ایسی حرکت نہ کی، کوئی ایسی بات نہ کہی جس سے درخشاں کو دھچکا لگتا۔

ایک دن وہ بس سٹاپ پر بس کے انتظار میں کھڑی تھی کہ برف باری شروع ہوگئی۔ سردی اچھی خاصی تھی۔ درجہ حرارت منفی آٹھ رہا ہوگا۔ وہ گرم کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی، لیکن ان کپڑوں کی گرمی جیسے ہوا ہوگئی تھی۔ دانت بج رہے تھے اور جسم بار بار کانپ جاتا تھا۔

بس سٹاپ تقریباً سنسان تھا۔ ایک دولڑکے لڑکیاں کھڑے تھے۔ بس کے آنے میں ابھی دیر تھی۔ اس نے سوچا ٹیکسی پکڑ کر گھر پہنچ جائے، لیکن ٹیکسی کا کرایہ گھر تک خاصا بن جاتا۔ وہ یہاں پڑھنے آئی تھی، ٹیکسی کا کرایہ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

پھر یہ تو یہاں کا روز کا معمول تھا۔ کبھی بارش، کبھی برف باری۔ وہ روزانہ کیسے ٹیکسی میں سفر کرتی۔ اس کے علاوہ اسے ٹیکسی میں سفر کرنے سے منع بھی کیا گیا تھا۔ کسی نیگرو ڈرائیور کی ٹیکسی میں بیٹھنے سے بطور خاص منع کیا گیا تھا۔

ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ پروفیسر ڈینی کی گاڑی اس کے نزدیک آکر رکی۔ ان کی پوری گاڑی سفید ہو رہی تھی۔ پروفیسر نے کھڑکی کا شیشہ اتار کر درخشاں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ انہیں دیکھ کر خوش ہوگئی۔ تیزی سے ان کی طرف لپکی۔

''آپ کہاں جارہے ہیں پروفیسر؟'' اس نے پوچھا۔

''میں جہاں بھی جارہا ہوں'' بہر حال آپ کو گھر چھوڑ کر جاؤں گا۔'' وہ بولے۔

''اوتھینک یو پروفیسر۔'' وہ بے تکلفی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ''آج

www.urdusala.com

تو بے پناہ سردی ہے۔"

"یہ تو کچھ بھی نہیں، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔" پروفیسر ڈینی نے ہنس کر کہا۔

"پھر ہماری تو آئسکریم بن جائے گی۔" درخشاں نے اپنے دستانے اتار کر ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رگڑا۔ پروفیسر ڈینی نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس کے نازک اور خوبصورت ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ اسی وقت درخشاں نے اپنے ہاتھوں پر ان کی نظریں محسوس کیں۔ اس نے فوراً دستانے پہن لیے۔

پروفیسر ڈینی نے گہرا سانس لیتے ہوئے گاڑی کی سپیڈ تیز کر دی۔

"اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو کہیں بیٹھ کر کافی پی لیں۔"

"جی، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں آپ کے ساتھ ایک دو بار

ریستوران جا بھی چکی ہوں، لیکن اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ گھر پہنچنے میں دیر ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں ہماری بھابی پریشان ہو جائیں گی۔"

"آپ کوئی بچی تو نہیں ہیں، اپنا بھلا برا اچھی طرح سمجھتی ہیں۔" پروفیسر ڈینی کے لیے بھابی کا پریشان ہونا نئی بات تھی، انہوں نے کچھ اور ہی مطلب لیا۔

"ہاں، ٹھیک ہے کہ میں بچی نہیں ہوں، اپنا بھلا برا اچھی طرح سمجھتی ہوں، لیکن پروفیسر میں اپنے آپ کو کسی حادثے سے تو نہیں بچا سکتی۔ دراصل ہمارے معاشرے میں، ہمارے گھرانوں میں ایک دوسرے کا اسی قدر خیال رکھا جاتا ہے۔ میں جب تک گھر پہنچ نہیں جاؤں گی، وہ گھر میں بے قراری سے ٹہلتی رہیں گی اور میں نہیں چاہتی کہ وہ میرے لیے ذرا بھی پریشان ہوں۔" درخشاں نے کہا۔

www.urdura-sala.com

''تو کوئی بات نہیں' میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔''

''نہیں' میرا یہ مطلب نہیں تھا' ہم کہیں بیٹھ کر کافی ضرور پئیں گے' لیکن زیادہ دیر نہیں بیٹھیں گے۔'' درخشاں نے درمیان کی راہ اختیار کی۔

''چلئے' یہ ٹھیک ہے۔'' پروفیسر ڈینی نے کہا اور کچھ دور آگے جا کر ایک کیفے کے سامنے گاڑی روک دی۔

کیفے اس وقت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر دونوں نے جائزہ لیا۔ پھر انہیں ایک میز خالی دکھائی دے ہی گئی۔ یہ میز بھی اچھی جگہ تھی' کھڑکی کے قریب' یہاں بیٹھ کر باہر کا نظارہ بھی ہو سکتا تھا۔ پروفیسر ڈینی نے میز پر بیٹھتے ہوئے کھڑکی سے پردہ ہٹا دیا۔ باہر ہر طرف' دور تک برف ہی برف پھیلی تھی۔

خود پروفیسر کے کپڑوں پر بھی برف جمی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے

کپڑوں کو جھٹک کر برف صاف کی۔ درخشاں کے کپڑوں پر بھی کہیں کہیں برف جمی ہوئی تھی۔ پروفیسر ڈینی نے سوچا کہ وہ اس کے کپڑوں سے برف صاف کر دے اور یہ کوئی ایسی معیوب بات بھی نہ تھی' لیکن پھر بھی اس نے اپنے اٹھتے ہوئے ہاتھ کو روک لیا اور درخشاں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اپنے اوپر جمی برف جھاڑ لیں یا مجھے اجازت دیں۔''

درخشاں نے یہ سنتے ہی فوراً اپنے لباس سے برف اچھی طرح صاف کر دی اور مسکرا کر بولی۔ ''بس۔''

''بس۔'' پروفیسر ڈینی نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

''آج آپ کو دیر ہو گئی۔'' درخشاں نے ان نگاہوں سے بچنے کا توڑ کیا۔

''ہاں' وہ کل مجھے ایک لیکچر دینا ہے' لائبریری میں اس کے لیے

نوٹس تیار کرنا رہ گیا تھا۔"

"مجھے بھی آج خاصی دیر ہوگئی۔ لیب میں کام کرتے ہوئے کچھ وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا۔ لیب میں ویسے بھی دن میں بلب روشن رہتے ہیں۔"

"کل' پرسوں' آپ کے پروفیسر براؤن سے بات ہوئی تھی۔ وہ آپ کی خاصی تعریف کررہے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ آپ اپنا کام وقت سے پہلے ہی ختم کردیں گی۔" پروفیسر ڈینی نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" درخشاں نے خوش ہوکر کہا۔

"کیوں' پاکستان جانے کی بہت جلدی ہے کیا؟" پھر وہ ویٹر سے مخاطب ہوکر بولے۔ "کافی۔"

"اپنے وطن کون واپس نہیں جانا چاہتا' میری بھی خواہش ہے کہ

میں یہاں جلد از جلد ریسرچ مکمل کروں اور اپنے گھر کی راہ لوں۔" درخشاں نے کہا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟" پروفیسر ڈینی نے کہا۔

"ہاں' پوچھیں۔" درخشاں نے سڑک کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ برف باری اب بھی جاری تھی۔

"وہاں آپ کی کوئی راہ دیکھ رہا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"ارے نہیں پروفیسر' ایسی کوئی بات نہیں۔"

"پھر کیا بات ہے' یہ نیویارک بہت بڑا ہے یا یہاں کے لوگ پسند نہیں آئے۔"

"ہاں' یہاں کے لوگ بہت برے ہیں۔" درخشاں نے پروفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے از راہ مذاق کہا۔

www.urdusala.com

''درخشاں، میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا تھا۔'' انہوں نے اس کے مذاق پر کوئی توجہ نہ دی۔

''آپ جو بات کہنا چاہتے ہیں، ضرور کہیں، لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ بات ایسی نہ ہو کہ اس سے آپ کا امیج خراب ہو جائے۔ میں دراصل آپ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتی ہوں۔'' درخشاں نے پیش بندی کرتے ہوئے کہا۔ اسے اچانک یہ احساس ہوا تھا جیسے پروفیسر ڈینی کوئی ایسی بات کہنے والا ہو جسے درخشاں کے لیے سننا محال ہو۔ ایسی باتیں تو اس نے پاکستان میں نہیں سنی تھیں تو دیارِ غیر میں کیا سنتی۔

''مجھے نہیں معلوم، یہ بات بتانا آپ کو ضروری ہے یا نہیں، لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ آپ سے اپنے بارے میں کچھ بات کروں، اپنا کچھ ذکر کروں، ہو سکتا ہے، بابر نے میرے بارے میں کچھ بتایا ہو، ہمیں تین

چار ماہ ملتے ہوئے ہو گئے ہیں، گو ان ملاقاتوں کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے، لیکن میرے لیے یہ ملاقاتیں اثاثہ ہیں۔''

''ایسا اثاثہ جنہیں فروخت نہیں کیا جا سکتا۔'' درخشاں نے بات پھر مذاق میں اڑانا چاہی۔

اتنے میں ویٹر کافی رکھ گیا۔ درخشاں کافی بنانے لگی۔ پروفیسر ڈینی یکلخت خاموش ہو گیا۔ وہ درخشاں کو کافی بناتے ہوئے خاموشی سے دیکھنے لگا۔

''جی پروفیسر ڈینی، آپ کیا فرما رہے تھے؟'' درخشاں نے اس کی طرف کپ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میں آپ سے اپنی شادی کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔''

''شادی کا لفظ سن کر درخشاں کو ایک دم دھچکا سا لگا۔ یہ اپنی شادی کے بارے میں کیا بات کرنا چاہتا ہے؟ پہلے سے شادی شدہ ہے یا

www.urdurasala.com

اب کرنا چاہتا ہے؟

''میں سمجھی نہیں!'' وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں شادی شدہ ہوں' لیکن میری بیوی میرے ساتھ نہیں رہتی۔''

پروفیسر ڈینی کی شادی کا ذکر اسے کچھ اچھا نہ لگا' لیکن وہ اس بات کا تجزیہ نہ کر سکی کہ ایسا کیوں ہوا۔ بہر حال اس نے اپنے جذبات چھپاتے ہوئے بڑی ہمدردی سے کہا۔ ''یہ بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا۔''

کافی ختم ہو چکی تھی۔ جو بات اس نے کہنا تھی' وہ بھی کہہ چکا تھا۔ اب دیر ہو رہی تھی۔

''آیئے چلیں' باقی باتیں گاڑی میں کر لیں گے۔''

پھر اس نے زبردستی کافی کا بل ادا کیا۔ پروفیسر ڈینی نے اسے بل

تیرے عشق میں

عشق اگر واقع عشق ہے تو وہ ہر حال میں قابل ستائش ہے وہ مجازی ہو یا حقیقی، سفلی ہو یا نوری، کسی عام شخص نے کیا ہو یا خاص شخص نے۔ عشق کی ایک ایسی ہی داستان جس میں ایک لڑکی کو حقیقی عشق ہو گیا اور پھر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔

ابھی پڑھیے ''اردو رسالہ'' پر

دینے سے بہت روکا' لیکن وہ نہ مانی۔

گاڑی میں بیٹھ کر دوسری باتیں ہوتی رہیں' لیکن شادی سے متعلق کوئی بات نہ ہوئی۔ درخشاں نے کچھ پوچھا نہ پروفیسر ڈینی نے کچھ بتایا۔

گھر پہنچ کر جب پروفیسر ڈینی نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اسے گڈ بائی کہا تو درخشاں بولی۔ ''نہیں' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ اوپر چلیں۔''

''پھر آؤں گا۔ اس وقت مجھے دیر ہورہی ہے' ایک جگہ پہنچنا ہے۔'' پروفیسر ڈینی نے معذرت چاہی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس وقت پروفیسر کو کہیں نہیں جانا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس بات کا ذکر کیفے میں ہی کرتے' بہرحال' جانے والے کو زبردستی نہیں روکا جاسکتا جبکہ درمیان میں کوئی رکنے والا رشتہ بھی نہ ہو۔

برف باری اب رک چکی تھی' لیکن ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ درخشاں نے

کھڑے ہوکر پروفیسر ڈینی کو واپس جاتے دیکھا' اسے ہاتھ ہلا کر الوداع کہا۔ جب اس کی گاڑی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی تو اس نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

گھنٹی بجانے پر فوراً ہی فاخرہ نے دروازہ کھول دیا۔ اس کے ہاتھ میں وائلن تھا۔

''اوہو' وائلن سے شوق فرمایا جارہا تھا۔'' درخشاں نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''درخشاں' آج تم نے بڑی دیر کردی' کہاں رہ گئی تھیں؟''

''کہاں رہتی بھابی' لیب میں کام کرتے ہوئے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔'' درخشاں نے بتایا۔ ''پھر یونیورسٹی سے نکلی تو بس سٹاپ پر پروفیسر ڈینی مل گئے۔ ان کا ملنا اچھا ہی ہوا' وہ کم از کم گھر تک چھوڑ گئے۔ ورنہ بس سٹاپ سے گھر تک پیدل آنا پڑتا اور وہ بھی اس

www.urdusasala.com

جان لیوا سردی میں۔"

درخشاں درمیان میں سے کیفے کا ذکر گول کر گئی۔ اس کے نزدیک یہ کوئی معیوب بات نہ تھی، لیکن بھابی کو بات کا بتنگڑ بنانے میں بڑا مزہ آتا تھا اور وہ چاہتی نہیں تھی کہ اس کی کوئی بات بتنگڑ بن کر اس کے بھائی کے سامنے پہنچے۔

فاخرہ نے اس کی بات سن کر کوئی تبصرہ نہ کیا۔ یہ بھی نہ کہا کہ پروفیسر ڈینی اگر یہاں تک آئے تھے تو اوپر کیوں نہ آئے۔

"کافی تو پیو گی؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"ہاں، کیوں نہیں، آپ کے ہاتھ کی کافی تو لاجواب ہوتی ہے۔"

"شکریہ اس عزت افزائی کا۔" یہ کہہ کر فاخرہ نے وائلن میز پر رکھا اور مسکراتی ہوئی کچن میں چلی گئی۔

فلیٹ چاروں طرف سے بند تھا۔ سامنے ہیٹر روشن تھا۔ سردی کا

احساس کم ہوا تو اس نے کوٹ اتار دیا اور بڑی آسودگی سے صوفے پر لیٹ گئی۔

"بھابی، یہ گھر بھی بڑی عجیب چیز ہے۔ گھر میں گھستے ہی ایک آسودگی کا احساس ہوتا ہے، اس کی گرم آغوش میں کس قدر مزہ ہے۔" درخشاں نے لیٹتے لیٹتے کہا۔

"لیکن سارے گھر ایک جیسے نہیں ہوتے۔" فاخرہ کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں تھما کر بولی۔ "کچھ گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں گھستے ہی تنہائی کا احساس ہوتا ہے۔ کچھ گھر ایسے ہوتے ہیں جو کاٹنے کو دوڑتے ہیں اور کچھ گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں جانے کو جی نہیں چاہتا۔ آدمی سوچتا ہے، کہیں باہر ہی رات بسر کرے تو اچھا ہے۔"

"پروفیسر ڈینی بھی آج کل شاید اسی قسم کے گھر میں رہ رہے ہیں؟"

''ہاں' اس کی اپنی بیوی سے علیحدگی ہے۔'' فاخرہ بولی۔ ''ہائے بے چارہ پروفیسر' کتنا بدقسمت ہے وہ' کتنا خوبصورت' کتنا ملنسار اور کتنا خوش اخلاق آدمی ہے۔ اس کے باوجود کس قدر تنہا۔ اصل میں اس کی بیوی بڑی تیز مزاج' جھگڑالو اور بے پروا قسم کی ہے۔ ان دونوں میں ایک منٹ نہیں بنتی۔ تمہیں کچھ بتایا پروفیسر نے؟''

''بس اتنا ہی کہ وہ شادی شدہ ہیں اور ان کی بیوی ان کے ساتھ نہیں رہتی۔ اچھا چھوڑیں بھابی اس قصے کو' آپ ذرا وائلن پر کوئی غمگین سی دھن چھیڑیں۔'' فاخرہ وائلن بہت اچھی بجاتی تھی۔ اس شام درخشاں نے جی بھر کر وائلن سنا۔ وہ وائلن سنتی رہی اور اس کی نگاہوں میں وہ شخص گھومتا رہا جو اس کے دل کے بند کواڑوں پر آہستہ آہستہ دستک دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

یہ بات دس پندرہ دن بعد کی ہے۔

وہ لیب میں بڑے انہماک سے کام کر رہی تھی کہ اچانک اسے احساس ہوا جیسے کوئی پیچھے کھڑا ہے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو سامنے پروفیسر ڈینی کو پایا۔

''ارے' آپ!'' درخشاں نے خوشگوار حیرت سے کہا۔

''آپ سے ملاقات ہوئے کافی دن ہو گئے تھے یا شاید زیادہ دن نہ ہوئے ہوں۔ یہ محض میرا احساس ہو۔ میں نے سوچا' آپ سے چل کر مل لوں۔''

''آپ نے بہت اچھا کیا۔ میں پانچ منٹ میں فارغ ہوتی ہوں۔ پھر چل کر کہیں بیٹھتے ہیں۔''

بیس منٹ کے بعد وہ ایک بہت خوبصورت ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پروفیسر ڈینی کافی اور کچھ کھانے پینے کی چیزوں کا آرڈر

دے چکا تھا۔ وہ کچھ خاموش سا تھا۔ درخشاں یوں محسوس کر رہی تھی جیسے کوئی بات اس کے لبوں پر ہو اور کچھ کہنے کی ہمت نہ کر پا رہا ہو۔

''کہیے پروفیسر' آپ کی اردو کہاں تک پہنچی؟''

یہ سن کر وہ چونکا جیسے کہیں خیالات میں گم ہو۔ پھر مسکراتے ہوئے اردو میں بولا۔ ''ہم اس کتاب سے سیکھ رہا ہوں۔''

''میں اس کتاب سے سیکھ رہا ہوں۔'' درخشاں نے تصحیح کی۔

''اوہ' یس' میں' میں۔'' پروفیسر ڈینی نے میں' میں کی گردان کرتے ہوئے کہا۔

''وہ کیسی کتاب ہے' اس سے کچھ سیکھنے میں مدد مل رہی ہے؟''

''وہ بہت اچھی کتاب ہے' ابھی میں الفاظ کا ذخیرہ بڑھا رہا ہوں۔'' پروفیسر ڈینی نے انگلش میں کہا۔ ''کچھ تلفظ کا مسئلہ ہے۔''

''تلفظ تو آہستہ آہستہ ٹھیک ہوگا' اس کی فکر نہ کریں' بس زیادہ سے

زیادہ بولنے کی کوشش کریں۔''

اتنے میں ویٹر ٹرے لے کر حاضر ہو گیا۔ درخشاں کافی بنانے لگی۔ کافی بناتے بناتے اسے اپنے چہرے پر کسی کی نگاہوں کا احساس ہوا۔

اس نے اچانک اپنی نگاہیں اٹھائیں تو پروفیسر کو بڑی محویت سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پویا۔

''کافی۔'' درخشاں نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس کی محویت توڑنے کی کوشش کی۔

تب اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس کے سامنے ایک چیز رکھ دی۔

''یہ کیا ہے؟'' درخشاں نے پریشان ہو کر اس چیز کو دیکھا۔

''یہ آپ کے لیے ہے۔'' وہ بولا۔

www.urdurasala.com

''لپ اسٹک۔'' درخشاں نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔

''آپ جانتے ہیں کہ میک اپ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ نے مجھے ان چیزوں کو کبھی استعمال کرتے نہ دیکھا ہوگا۔''

اور یہ بات تھی بھی حقیقت۔ میک اپ سے واقعی اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ چہرے اور آنکھوں کے میک اپ کی تو دور کی بات ہے، وہ لپ اسٹک اور نیل پالش کے استعمال کی بھی روادار نہ تھی۔

قدرت نے اسے سفید دودھ جیسی رنگت بخشی تھی۔ بڑی بڑی سیاہ جگمگاتی آنکھیں، ان پر گھنیری پلکوں کا سایہ، باریک کمان جیسی بھویں، بھرے بھرے گلابی ہونٹ۔

اسے بھلا میک اپ کی کیا ضرورت تھی۔

ویسے وہ میک اپ اس لیے نہیں کرتی تھی کہ اسے کسی سنگھار کی ضرورت نہ تھی۔ میک اپ سے وہ فطری طور پر کچھ الرجک سی تھی۔

اس مسئلے پر گل افشاں سے اس کی لڑائی رہتی تھی۔ وہ دونوں کہیں باہر نکلتیں تو گل افشاں اسے ٹوکتی۔ ''باجی، میک اپ نہ سہی، ہونٹوں پر لپ اسٹک ہی لگا لو، برا لگتا ہے۔''

''اری چھوڑ، اس فضولیات میں کون پڑے۔'' یہ کہہ کر پرس اٹھاتی اور دروازے سے نکل جاتی۔ تب گل افشاں کو مجبوراً اس کے پیچھے جانا پڑتا۔

لیکن شادی بیاہ کے موقع پر گل افشاں اڑ جاتی۔ ''باجی، اگر آج تو بیواؤں کی طرح گھر سے نکلی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

''تو، تو سہاگن بن کر چل رہی ہے، بس اتنا کافی نہیں کیا؟''

''باجی، تو سمجھتی کیوں نہیں، ایسے موقعوں پر ہزار نظریں چہرے پر پڑتی ہیں۔ عزیز رشتے دار سبھی دیکھتے ہیں۔ پھر خاندان کے لڑکے بھی ہوتے ہیں وہاں۔''

www.urdurasala.com

’’میں شادی میں جا رہی ہوں یا وہاں خود کو پسند کروانے جا رہی ہوں؟ مجھے نہیں اچھا لگتا‘ بننا سنورنا‘ یہ میک اپ‘ یہ فضولیات۔‘‘ درخشاں جھنجھلا جاتی۔

’’آج اگر تو نے لپ اسٹک نہ لگائی اور بالوں کا جوڑا نہ بنایا‘ پھر دیکھ میں تیری کیسی خبر لیتی ہوں۔‘‘ گل افشاں بھی مقابلے پر آ جاتی۔

’’کیا کرے گی تو؟‘‘ درخشاں پوچھتی۔

’’ابھی ابو کو جا کر بتاتی ہوں۔‘‘ وہ دھمکی دیتی۔

’’یہ کیا بکواس ہے‘ ابو کا اس بات سے کیا تعلق؟‘‘

’’بس ڈر گئی نا‘ چل اب سیدھی طرح ادھر بیٹھ جا‘ میں صرف لپ اسٹک لگاؤں گی‘ نیل پالش لگاؤں گی اور تیرے بالوں کا جوڑا بناؤں گی۔‘‘

پھر اسے گل افشاں کی محبت کے آگے ہتھیار ڈالنا پڑتے۔

جب وہ امریکا آئی تو بھابی فاخرہ کو بھی یہ بات بڑی عجیب لگی۔ اس نے شروع شروع میں اسے میک اپ کی طرف راغب کرنے کی بہت کوشش کی‘ لیکن وہ دام میں نہ آئی۔ تن تھک ہار کر فاخرہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

اب اس کی زندگی میں یہ نیا مرحلہ آ گیا تھا۔

پروفیسر ڈینی اس کے لیے لپ اسٹک خرید لائے تھے‘ انہیں کیا ہو گیا تھا؟

’’ہاں‘ میں جانتا ہوں‘ آپ میک اپ نہیں کرتیں۔ میں نے آپ کے چہرے پر کبھی میک اپ نہیں دیکھا‘ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کم از کم لپ اسٹک کا استعمال ضرور کریں‘ بے شک‘ ہلکی سی لگائیں۔‘‘

اب درخشاں میں پروفیسر ڈینی کی دلچسپی بڑی حد تک واضح ہو گئی تھی۔ درخشاں نے ایک لمحے کو سوچا کہ اس محبت بھرے تحفے کو سختی سے

ٹھکرا دے، لیکن ایسا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ وہ پروفیسر ڈینی کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی، بے چارہ اس کی خاطر شاپنگ کرنے پر مجبور ہوا۔ جانے کس طرح اس نے یہ لپ اسٹک خریدی ہوگی۔ سیلز گرل کی دبی دبی مسکراہٹ کا اس نے کس طرح مقابلہ کیا ہوگا۔

اسے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ اس کا چہرہ پروفیسر کے لیے کس قدر کشش کا باعث بن گیا ہے۔ اس نے پروفیسر کی نگاہوں کو بارہا اپنے چہرے پر محسوس کیا تھا، لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ قدر غور سے اس کے چہرے کو دیکھا کرتا ہے۔ وہ یہاں تک جانتا ہے کہ وہ لپ اسٹک بھی استعمال نہیں کرتی۔

وہ پروفیسر کی اس توجہ کو کیا سمجھے؟ محبت سمجھے، لگاؤ سمجھے یا محض دوستی؟

اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے اس تحفے کو قبول کر لیا تو وہ کوئی اور

چیز اس کے لیے لے آئے گا۔ پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہی جائے گا۔ ہوسکتا ہے، وہ اس سے فضول قسم کی توقعات باندھ لے۔

ان سارے خدشات کے باوجود اس تحفے کو واپس کرنے کی اپنے اندر ہمت نہ پاتی تھی۔ وہ اسے ملتجا بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے درمیان کا راستہ نکالا۔

''پروفیسر ڈینی، آپ کا یہ بیش قیمت تحفہ میں قبول کرلوں گی، لیکن آپ کو میرے ساتھ ایک عہد کرنا ہوگا۔''

''میں سارے عہد کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے جذباتی انداز اختیار کیا۔

''سارے عہد نہیں، صرف ایک۔'' درخشاں نے ہنس کر کہا۔ ''یہ آپ کا پہلا اور آخری تحفہ ہوگا۔''

''یہ بہت مشکل عہد ہے۔'' وہ بولا۔

''لیکن کرنا ہوگا۔'' درخشاں نے زور دے کر کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے' میں کوشش کروں گا کہ آئندہ کوئی چیز آپ کو نہ دوں۔''

''کوشش نہیں' پکا عہد۔''

''اچھا باب' عہد یہ میرا آخری تحفہ ہے۔'' بالآخر ڈینی کو کہنا پڑا۔

''تھینک یو۔'' درخشاں نے خوش ہو کر کہا اور اس لپ اسٹک کو اٹھا لیا۔ اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر اسے کھولا اس کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتی رہی۔

اس کے بیگ میں اس وقت آئینہ نہیں تھا' نہیں تو وہ یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ہونٹوں پر یہ لپ اسٹک لگا لیتی۔ پھر وہ کچھ سوچ کر اٹھی اور پروفیسر ڈینی سے مخاطب ہو کر یولی۔ ''میں ایک سیکنڈ میں آئی۔''

اس نے ریستوران کے ٹوائلٹ کا رخ کیا' وہاں آئینہ موجود تھا۔

اس نے لپ اسٹک کو بڑے نفاست سے لگایا اور اپنی صورت آئینے میں دیکھنے لگی۔

گل افشاں جب زبردستی اس کا بناؤ سنگھار کیا کرتی تو وہ کبھی پلٹ کر آئینہ نہ دیکھتی تھی' لیکن آج اس نے اپنے آپ کو مختلف زاویوں سے دیکھا۔

لپ اسٹک کا شیڈ اس کے ہونٹوں سے ہم رنگ تھا۔ اس نے اس رنگ کو اور گہرا کر لیا۔ وہ اچھی لگ رہی تھی اور بار بار اپنے آپ کو آئینے کے نزدیک کر کے دیکھ رہی تھی۔

جب وہ واپس میز پر آئی اور پروفیسر ڈینی کے سامنے بیٹھی تو اس کی نگاہیں خود بخود جھک گئیں' اسے شرم سی محسوس ہوئی' لیکن اس نے خود کو سنبھالے رکھا۔

پروفیسر ڈینی نے جب اس کے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگی دیکھی تو

www.urdurasala.com

یکا یک اس کی آنکھوں میں بہت سے چراغ جل اٹھے۔ وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ہاتھ پر آہستہ سے ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''تھینک یو۔''

درخشاں نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کافی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بولی۔ ''کافی لیں' ٹھنڈی ہو رہی ہے۔''

''اصل میں تحفے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تحفے کی قیمت تو تحفہ وصول کرنے والا تعین کرتا ہے۔ ایک ڈالر کی حقیر سی چیز ایک لاکھ ڈالر کی بن سکتی ہے اور ایک لاکھ ڈالر کی چیز ایک ڈالر کی ہو سکتی ہے۔ آپ نے اس حقیر سے تحفے کو فوراً استعمال کر کے لاکھوں کا بنا دیا ہے۔ اس پذیرائی پر میں تہ دل سے آپ کا مشکور ہوں۔

''اچھا بس' بہت ادا ہو گیا شکریہ۔'' درخشاں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ویسے ڈینی آپ کو یہ سوجھی کیا؟''

''ایک مرتبہ میں اور آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے

مجھے پروفیسر ڈینی نہ کہا' صرف ڈینی کہا۔'' پروفیسر ڈینی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ایسا غلطی سے ہو گیا۔'' وہ جھینپ کر بولی۔

''میں چاہتا ہوں' یہ غلطی مستقل ہوتی رہے۔''

''چلیے' آپ کو صرف ڈینی کہلوانا اچھا لگتا ہے تو میں یہ کہہ دیا کروں گی۔'' درخشاں نے کہا۔

''تھینک یو۔'' ڈینی کی آنکھوں میں ایک مرتبہ پھر چراغ جل اٹھے۔

پھر وہ کچھ دیر اور ریستوران میں بیٹھے۔ اس کے بعد درخشاں کی خواہش پر ڈینی نے اسے یونیورسٹی واپس چھوڑ دیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے لیبارٹری کے ٹوائلٹ میں جا کر ٹشو پیپر سے رگڑ رگڑ کر اچھی طرح لپ اسٹک صاف کر دی۔ وہ بڑی مشکل سے صاف

www.urdurasala.com

ہوئی۔ رنگ کچھ زیادہ ہی گہرا چڑھ گیا تھا۔

پھر وہ لیب میں واپس آ کر گل افشاں کو خط لکھنے لگی۔

گل افشاں کے خط بڑی پابندی سے اس کے پاس آتے تھے۔ اب خطوط میں بڑی محبت ہوتی تھی۔ وہ اسے بڑی شدت سے یاد کرتی تھی۔ ہائے باجی' اب نہ شاپنگ کا مزہ رہا ہے نہ پکنک کا۔ تقریبات میں بھی اکیلی ٹوتھ سی بیٹھی رہتی ہوں۔ باجی' تو میری کمپنی تھی۔ تجھے امریکیوں نے چھین لیا۔ یہ گورے لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں آخر۔

گل افشاں کا خط آتا تو وہ اداس ہوئے بنا نہ رہتی' بے اختیار اس کا جی چاہتا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنی چھوٹی بہن کے پاس پہنچ جائے۔ اس کے بغیر وہ خود کو بعض اوقات ادھورا سا محسوس کرتی۔ ایک خلا اس کی زندگی میں ابھر آتا۔

وہ اسے بہت پیار بھرے لہجے میں جواب دیتی۔ دیکھ گل افشاں' تو مجھے اس قدر محبت بھرے خط نہ لکھا کر۔ میرا جی اچاٹ ہو جاتا ہے۔ میں چاہتی ہوں جس کام کے لیے آئی ہوں' وہ کر کے ہی جاؤں' لیکن لگتا ہے' تیرے خطوط مجھے کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔ میری پیاری بہن' تھوڑا صبر کر لے۔

درخشاں اپنے خطوط مین پروفیسر ڈینی کا ذکر ضرور کیا کرتی تھی۔ جواب میں اب گل افشاں اسے چھیڑنے لگی تھی' لیکن وہ ہر بار بڑی سختی سے اس کے خدشات کی تردید کر دیتی تھی۔ اری' پاگل ہوئی ہے کیا۔ یہ عشق وشق تجھے ہی مبارک ہوں' میں ان فضولیات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میں یہاں کام کرنے آئی ہوں۔ میرا دماغ ہمہ وقت کام کی طرف رہتا ہے۔ انشاء اللہ کام مکمل کر کے جیسی تیرے پاس سے آئی تھی' ویسی ہی تیرے پاس پہنچ جاؤں گی۔

www.urdurasala.com

آج جب وہ خط لکھنے بیٹھی تو ڈینی کے تحفے سے متعلق تمام جزئیات بیان کر دیں' لیکن ڈینی کے سامنے لپ اسٹک استعمال کرنے والی بات بڑی صفائی سے گول کر گئی۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ اس نے ایک گورے کی دی ہوئی لپ اسٹک کو بڑے چاؤ سے استعمال کیا ہے تو وہ خط ملتے ہی پہلی فلائٹ سے ریوالور لے کر امریکا پہنچ جاتی۔ آخر یاجی' ہم سے اچھا تو وہ گورا ہی رہا۔ ہم پوری زندگی تیری خوشامدیں کر کر کے تھک گئے' لیکن تیرے کان پر جوں تک نہ رینگی اور اس گورے کی دی ہوئی لپ اسٹک فوراً ہونٹوں پر تھوپ لی۔

ویسے یہ بات اس کے لیے بھی باعث حیرت تھی۔

اسے کیا ہو گیا تھا کہ لپ اسٹک کو استعمال کرنے میں اس وقت عجلت سے کام لیا۔ اس نے لپ اسٹک دی تھی تو لے کر پرس میں ڈال لیتی۔ بعد میں کہیں اٹھا کر پھینک دیتی۔ وہ پلٹ کر ہرگز نہ پوچھتا کہ

اس کی دی ہوئی لپ اسٹک استعمال کیوں نہ کی۔

آخر یہ سب کیسے ہوا۔ اس نے اس کے بے قیمت تحفے کو اس قدر قیمتی کیوں بنا دیا۔

خط بند کر کرے وہ بہت دیر تک اس مسئلے پر غور کرتی رہی' لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس جذبے کو وہ کوئی نام دیتے ہوئے ڈرتی۔

عشق اس کے نزدیک دماغ کے خلل سے زیادہ اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ محبت صرف ایب نارمل لوگ کرتے ہیں اور وہ نارمل رہنا چاہتی تھی۔

www.urdurasala.com

بہر حال' اس دن وہ بہت خوش تھی۔ گھر میں داخل ہوئی تو اس کا جی چاہا کہ وہ بھابی کے گلے میں بانہیں ڈال کر جھول جائے۔ آج وہ ان سے وائلن پر خوشی کی دھنیں سنے' لیکن اس نے کسی طرح اپنے جذبات پر قابو پالیا۔ بھابی کے سامنے ایسا کرنا بہت ضروری تھا۔

ویسے وہ جب سے یہاں آئی تھی بھابی کی رویے میں ایک عجیب سی بات محسوس کر رہی تھی اور اس احساس کے پیچھے کوئی ٹھوس وجہ بھی نہ تھی۔ بس ایک واہمہ سا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ جیسے بھابی اس کی یہاں آمد سے خوش نہ ہوں۔ ویسے وہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی' کبھی کسی کمی کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔ پھر بھی جانے کیوں فاخرہ کے چہرے سے یہ گمان ہوتا کہ وہ درخشاں کے یہاں رہنے سے خوش نہیں ہے۔

یونیورسٹی آنے جانے کا بڑی حد تک وقت مقرر تھا۔ اس کے

باوجود جاتے ہوئے فاخرہ' درخشاں سے واپسی کا وقت ضرور معلوم کرتی تھی۔ ایسا شاذ ہی ہوتا تھا کہ وہ وقت مقررہ سے پہلے آجائے۔ اگر آجاتی تو فاخرہ کچھ اس انداز سے سوال کرتی کہ اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے قبل از وقت آکر اس نے بھابی کو کوئی بڑا نقصان پہنچا دیا ہے۔ اگر وہ دیر سے آتی تو وہ سرسری سا پوچھ کر رہ جاتی جیسے اس نے دیر سے آکر برا نہ کیا ہو۔

یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ کھانا کھاتی اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتی۔ اخبار یا کوئی میگزین پڑھنے کے لیے اٹھا لیتی۔ پھر پڑھتے پڑھتے اسے نیند آجاتی۔ لیٹتے وقت وہ کمرے کا دروازہ کبھی بند نہیں کرتی تھی' جب وہ سو کر اٹھتی تو اکثر اس کے کمرے کا دروازہ بند ملتا۔

فاخرہ پھر خود ہی بتا بھی دیتی کہ دروازہ اس نے بند کر دیا تھا کہ وہ

www.urdurasala.com

اطمینان سے سو سکے' کیونکہ وہ وائلن پر ایک نئی دھن نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کبھی ایسا ہوتا کہ جب وہ سو کر اٹھتی تو دروازہ کھول کر باہر آ جاتی اور یہ دیکھنے کے لیے کہ بھابی کیا کر رہی ہے' وہ اس کے بیڈ روم میں چلی جاتی تو وہ فاخرہ کو ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے پاتی۔ وہ بڑے آرام سے لیٹے ہوئے فون پر بات کر رہی ہوتی۔ بات کرنے کے انداز سے معلوم ہوتا' جیسے کسی دوست کا فون ہے۔ درخشاں کمرے میں داخل ہوتی تو وہ فوراً ٹیلی فون بند کر دیتی اور مسکرا کر درخشاں کا استقبال کرتی۔ ''اٹھ گئی شہزادی۔''

''جی بھابی۔'' وہ ہنس کر کہتی' لیکن اسے احساس ہوتا جیسے وہ اس کے کام میں مخل ہوئی ہے۔

ایک دن وہ صبح سو کر اٹھی تو اس کا سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا

تھا۔ اسے کچھ ہلکا ہلکا بخار بھی محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا' آج یونیورسٹی سے چھٹی کر لے' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی طبیعت مزید خراب ہو جائے۔ وہ پچھلے دنوں کافی محنت کرتی رہی تھی' دن رات کام کی وجہ سے شاید وہ اعصابی تھکن کا شکار ہو گئی تھی۔ آج وہ آرام کرے گی تو اس کے اعصاب کو سکون مل جائے گا۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا' آٹھ بج رہے تھے' بھیا کب کے دفتر جا چکے تھے۔ اس نے سوچا' ایک گھنٹا اور آرام کر لے' نو بجے اٹھے گی پھر ناشتا وغیرہ کر کے' دوبارہ لیٹ جائے گی۔ یہ سوچ کر اس نے کمبل اپنے گرد لپیٹ لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی' لیکن درد کی شدت نے اسے سونے نہ دیا۔

ابھی وہ سونے کے لیے کروٹیں ہی بدل رہی تھی کہ فاخرہ کمرے میں داخل ہوئی اور اسے کمبل میں لپٹا دیکھ کر اس کی طرف تیزی سے

بڑھی۔ ''ارے شہزادی' آج یونیورسٹی نہیں جاؤ گی؟''

''نہیں بھابی۔'' درخشاں بولی۔

''کیوں؟ خیریت' کل تو تم نے ایسا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔'' فاخرہ نے کہا۔

''بھابی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور آج ہی خراب ہوئی ہے۔ سر میں درد اور بخار سا ہے۔''

''ارے تو یہ بات مجھے کیوں نہیں بتائی' میں ابھی تمہیں ایک گولی دے دیتی ہوں' آگے گھنٹے میں تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی' پھر تم چاہو تو یونیورسٹی چلی جانا۔''

''آپ مجھے دوا ضرور دے دیں' لیکن میں آج گھر پر آرام کروں گی۔ بہت تھک گئی ہوں۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔ میں تو اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تمہارے

کام کا ہرج نہ ہو۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی۔

کمبل میں منہ لپیٹے وہ سوچتی رہی کہ بھابی اسے گھر سے نکالنے پر مصر کیوں ہے جبکہ اس نے پچھلے تین چار ماہ میں یہ پہلی چھٹی کی تھی۔ اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ آج وہ گھر پر رہ کر اسے کمپنی دے گی۔

پھر وہ اٹھ گئی۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور کچن میں جا گھسی۔ فاخرہ باورچی خانے میں موجود تھی' وہ برتن دھو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی۔ ''پہلے کچھ کھا لو' پھر میں دوا دیتی ہوں' جاؤ تم ناشتے کی میز پر چلو' میں تمہارے لیے ناشتا وہیں لا رہی ہوں۔''

''اب ایسی طبیعت تھوڑا ہی خراب ہے کہ میں اپنے لیے ناشتا بھی تیار نہ کر سکوں۔''

پھر اس نے ناشتا تیار کیا۔ ناشتا کر کے اس نے اپنے اور فاخرہ کے لیے کافی بنائی۔ دس پندرہ منٹ فاخرہ سے گپ شپ کی پھر اس

www.urdurasala.com

سے گولی لے کر کھائی۔

''اچھا بھابی' میں اب چلتی ہوں اپنے کمرے میں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

اس سے پہلے کہ فاخرہ کوئی جواب دیتی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ وہ تیر کی طرح ٹیلی فون کی طرف گئی۔

''ہیلو' اچھا' ایک منٹ ہولڈ کرو۔'' اس نے انگریزی میں کہا۔

پھر وہ ریسیور رکھ کر دروازے تک آئی۔ باہر درخشاں موجود نہ تھی۔ وہ سمجھی کہ اپنے کمرے میں چلی گئی ہوگی حالانکہ اس وقت وہ کچن میں تھی۔ اپنے لیے ایک گلاس پانی نکال رہی تھی تاکہ اپنے سرہانے رکھ سکے۔ فاخرہ واپس پلٹی' اس نے ریسیور اٹھایا اور بولی۔

''سنو' آج وہ گھر پر ہے' یونیورسٹی نہیں جا رہی۔''

اپنا ذکر سن کر درخشاں دروازے پر رک گئی۔

''آج نہیں' کل تم مجھے دس بجے کے بعد ٹیلی فون کر لینا۔ ٹھیک ہے' اوکے۔''

ٹیلی فون پر گفتگو ختم ہوتے سن کر درخشاں تیزی سے اپنے کمرے کی طرف لپکی۔ سائیڈ ٹیبل پر گلاس رکھا اور جلدی سے کمبل اوڑھ لیا۔

یہ فاخرہ کس کو اس کے بارے میں بتا رہی تھی۔ کون ہے وہ؟ یہ کیا چکر ہے۔ اب اس کی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا۔ آج بھابی اس کے گھر پر رہنے کی وجہ سے خوش کیوں نہیں ہوئی۔ شاید کہیں جانے کا پروگرام تھا' کسی سے ملنے کا وعدہ تھا' لیکن اس نے گھر پر رہ کر سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیا۔

کیا اسے فاخرہ سے اس موضوع پر بات کرنا چاہیے۔ نہیں' وہ کوئی بات نہیں کرے گی۔ سانپ بل میں داخل ہو جائے تو اسے دم سے پکڑ کر کبھی نہیں کھینچنا چاہیے۔ اس طرح وہ کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ اس کے بل

www.urdurasala.com

سے نکلنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ سو وہ مناسب وقت کا انتظار کرے گی۔

اس گولی سے واقعی اسے آرام آ گیا۔ سر کا درد بھی ختم ہو گیا اور بخار کی سی کیفیت بھی درد ہو گئی۔ سکون ملا تو اسے نیند آ گئی۔

کوئی گیارہ بجے کے قریب فاخرہ نے اسے اٹھایا۔ ''درخشاں' تمہارا فون ہے۔''

''میرا فون!'' اس نے اپنے اوپر سے کمبل ہٹاتے ہوئے کہا۔

''ہاں' ہاں' تمہارا فون ہے۔''

''میرا فون کہاں سے آ گیا؟'' اس نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے کون ٹیلی فون کر سکتا ہے!''

''وہ ہیں۔'' فاخرہ نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

''وہ کون؟'' درخشاں حیران تھی۔

''تمہارے پروفیسر ڈینی۔'' فاخرہ مسکرا کر بولی۔

''ارے' ان کا فون کیسے آ گیا!'' پھر اس نے بھاگ کر ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو' درخشاں بول رہی ہوں۔''

''ہاں' کیا ہوا آپ کو' آج یونیورسٹی نہیں آئیں۔''

''آپ کو کیسے پتا چلا؟'' اس نے پوچھا۔

''جب ربطہ گہرا ہو جائے تو پھر سب کچھ خود بخود معلوم ہونے لگتا ہے۔'' ڈینی نے فلسفہ جھاڑا۔

''گویا پادری ہو گئے۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''اب کیا حال ہے' کیسی طبیعت ہے' کیا ہوا تھا؟'' کئی سوالات ایک ساتھ ہوئے۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں' ذرا سر میں درد تھا اور کچھ بخار کی سی کیفیت تھی۔ آپ کو ڈاکٹر براؤن سے پتا چلا ہو گا۔ میں نے صبح انہیں

www.urdusasa.com

فون کر دیا تھا۔''

''جی جناب' مجھے انہوں نے ہی بتایا' کیا میں آپ کو دیکھنے آ سکتا ہوں؟'' ادھر شوق دیدار تھا۔

''ضرور آئیں' مجھے خوشی ہوگی۔'' ادھر بھی کوئی چنگاری دبی ہوئی تھی۔

''ٹھیک ہے' میں تین بجے تک آؤں گا۔'' وہ خوشی میں جھومتا ہوا بولا۔

''او کے بائی۔'' درخشاں نے ٹیلی فون بند کیا اور فاخرہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

''آ رہے ہیں؟'' وہ بولی۔ ''کب تک آئیں گے؟''

''تین بجے تک آئیں گے۔'' درخشاں نے سادگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے' اس وقت میں ایک دو گھنٹے کے لیے باہر چلی جاؤں

گی' تم تنہائی میں اطمینان سے باتیں کر لینا۔'' فاخرہ نے بڑی فراخدلانہ پیشکش کی۔

اسے یہ سن کر غصہ آ گیا۔ اسے لگا جیسے کسی نے اس کا سر دیوار سے دے مارا ہو۔ ایک دھماکہ سا ہوا تھا اور اسے اپنے سر میں شعلے سے بھرے محسوس ہوئے تھے۔

''جی شکریہ بھابی' آپ پورے اطمینان سے گھر میں رہیں بلکہ جب پروفیسر ڈینی آ جائیں تو آپ ہمارے ساتھ بیٹھیں۔ میرے اور ان کے درمیان تعلقات آئینے کی طرح صاف ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ اس نے انہیں آنسو بھری آنکھوں سے بھابی کو دیکھا اور اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر اوندھے منہ جا گری اور سسکنے لگی۔

یہ بھابی نے اسے کیا سمجھ لیا ہے۔ امریکا میں رہ کر تو ان کی عادتیں

www.urdumasala.com

ہی بدل گئی ہیں۔انہوں نے ڈینی اور میرے درمیان آخر ایسا کیا دیکھا کہ اتنی آسانی سے اتنی بڑی بات کہہ دی۔ٹھیک ہے،میں ابھی ٹیلی فون کر کے انہیں آنے سے منع کر دیتی ہوں۔

وہ اٹھ کر باہر جانے لگی تو فاخرہ دروازے میں سے اندر داخل ہوئی اسے باہر جاتے دیکھ کر بولی۔"کہاں جا رہی ہوں درخشاں؟"

"پروفیسر ڈینی کو فون کرنے جا رہی ہوں۔"اس نے بے رخی سے کہا۔

"کیوں؟"اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"میں نہیں چاہتی کہ وہ یہاں آئیں،کم از کم میرے لیے درخشاں نے بتایا۔

"بے وقوفی کی باتیں نہیں کرتے،تم نے میرے مذاق کو شاید سنجیدگی سے لے لیا ہے۔نند بھاوج میں آخر اتنا مذاق تو چلتا ہی ہے۔

"فاخرہ نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

"لیکن بھابی،ایسا گندا مذاق مجھے ہرگز پسند نہیں،براہ کرم آئندہ نہ کریں۔"وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

"اچھا بابا،نہیں کروں گی۔چلو،میں معذرت کر لیتی ہوں۔"فاخرہ نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر کہا۔"اب تم پروفیسر کو گھر آنے سے منع نہیں کرو گی،ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"وہ بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔آپ اپنا ذہن میری طرف سے بالکل صاف کر لیجئے۔میں ذرا مختلف قسم کی لڑکی ہوں۔میں یہاں پاکستان کا نام اچھالنے نہیں آئی،روشن کرنے آئی ہوں۔"

فاخرہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔وہ کچھ دیر کمرے میں کھڑی رہی۔پھر تیزی سے باہر نکل گئی۔

www.urdusala.com

پھر اس بات کو دو تین ہفتے گزر گئے۔

پروفیسر ڈینی کے سینے میں جو شمع محبت روشن ہوئی تھی' اس کی روشنی نے اب درخشاں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ایک دن اس نے وہ بات کہہ دی جس کی توقع درخشاں کو تھی' لیکن وہ اس بات کو سننا نہیں چاہتی تھی۔

پروفیسر ڈینی' درخشاں میں بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس شام تھیٹر سے نکلتے ہوئے اس نے درخشاں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور کہا تھا۔ ''تم وہ لڑکی ہو جس کا مجھے صدیوں سے انتظار تھا۔''

درخشاں نے بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا اور مسکرا کر کہا تھا۔ ''کیوں مجھے بے وقوف بناتے ہیں۔''

''میں سچ کہتا ہوں' مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔'' اس نے صاف لہجہ اختیار کیا۔

لیکن خواب میں' میں ایسی بات نہ کہوں گی۔'' درخشاں نے بھی صاف گوئی سے کام لیا۔

''میں جانتا ہوں' میں بہت بدقسمت انسان ہوں۔'' وہ اداس ہو گیا۔

''پروفیسر ڈینی' ہم الگ الگ دو سیارے ہیں جو اپنی ایک جداگانہ دنیا رکھتے ہیں۔ آپ میری تمنا کرنا چھوڑ دیں۔''

''تم میتی دنیا کا چند ہو۔'' وہ بولا۔

''ہاں' ایسا چاند جسے آپ دور سے دیکھ سکتے ہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''میں چاند پر چلا جاؤں گا۔ اپنی دنیا چھوڑ دوں گا۔'' ڈینی نے فیصلہ سنایا۔

''وہ کیسے؟ چاند پر جانا اتنا آسان کہا؟'' اس نے وضاحت

www.urdusala.com

چاہی۔

''میں مسلمان ہو جاؤں گا' تمہاری زبان سیکھ لوں گا۔''

جب اس نے یہ بات سنی تو وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس کے مقابل ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کی آنکھوں میں سچائی کے دیے روشن تھے۔ وہ بے قراری سے بولی۔ ''ڈینی تم اتنے سنجیدہ ہو مجھ میں۔ اپنا وطن' اپنا مذہب' اپنی زبان سب چھوڑ دو گے۔''

''ہاں' میں اتنا ہی سنجیدہ ہوں۔'' اس نے بڑے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''لیکن یہ سب اتنا آسان نہیں ہے' میری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید وہ سب سن کر ہواؤں میں اڑ رہی ہوتی اور یہ بات ہے بھی لڑکی کے لیے قابل فخر' لیکن میں بہت حقیقت پسند لڑکی ہوں۔ جذبات میں بہنا مجھے نہیں آتا اور میں چاہتی ہوں کہ تم بھی جذباتی فیصلے سے

احتراز کرو' تم شادی شدہ آدمی ہو۔ تمہاری بیوی نیویارک کے نواح میں ایک چھوٹے سے گھر میں تمہاری منتظر ہے۔ تم اس کے لیے واپس لوٹ جاؤ' وہ تمہاری دنیا کی عورت ہے۔ ہم رنگ' ہم تہذیب' میں مریخ کی مخلوق ہوں' میں نہ تمہاری دنیا میں تمہارے ساتھ رہ سکتی ہوں اور نہ ہی اپنے ساتھ تمہیں لے جاسکتی ہوں۔ یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ اب آپ مجھے میرے گھر تک چھوڑ دیں اور میری طرف سے اپنا ذہن صاف کرلیں۔ دوست کی حیثیت سے میں ہمیشہ آپ کو خوش آمدید کہوں گی۔ ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ آیئے اب چلیں' آپ کی گاڑی کس طرف کھڑی ہے؟''

پھر اس شام ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ اب کہنے کو رہ بھی کیا گیا تھا۔ دونوں ہی اپنی باتیں بڑے صاف لفظوں میں کہہ چکے تھے۔

اس رات درخشاں سو نہ سکی۔ رہ رہ کر اسے ڈینی کا خیال آتا رہا۔ اس نے اس کی محبت کو بڑی بے دردی سے ٹھکرا دیا تھا' لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اگر وہ دوٹوک انداز اختیار نہ کرتی تو شاید وہ ڈینی کی محبت سے کبھی نجات نہ پا سکتی۔

اس نے ایک محبت بھرا دل توڑا تھا' لیکن وہ جانتی تھی کہ اس تخریب میں تعمیر چھپی ہے۔ بالآخر ڈینی اپنی بھولی ہوئی بیوی کی طرف لوٹ جائے گا' جو دل اس نے توڑا ہے' وہ اس کی بیوی جوڑ دے گی اور ایک مشرقی لڑکی کا یہ احسان کبھی نہ بھولے گی۔

شاید آج ڈینی سے اس کی آخری ملاقات تھی۔ وہ بڑا انا پرست شخص تھا' اب شاید اس کی طرف لوٹ کر نہ آئے۔ پھر اس کے دل نے پلٹا کھایا۔ پچھتاوا شروع ہوا۔ ہائے' اس نے خواہ مخواہ اسے ٹھکرا دیا۔ اس کے لیے تو وہ اپنا مذہب' اپنا ملک سب کچھ چھوڑ رہا تھا۔ ایسی

ہینڈسم شخصیت' پاکستان میں اگر اس کی دوست دیکھتیں تو دانتوں تلے انگلی دبا کر رہ جاتیں۔ پھر گل افشاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس نے اپنی حماقت سے ایک اچھا شخص کھو دیا ہے تو وہ اسے کیا کیا نہ کہے گی۔

بس انہی خیالات میں غلطاں سحر ہو گئی' لیکن اس سے نہ اٹھا گیا۔ سر میں شدید درد تھا۔ آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔ باہر سے کھٹ پٹ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ بھیا بھابی جاگ اٹھے تھے۔ ان کی باتیں کرنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں' کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

بابر بلال کے جانے کے بعد فاخرہ نے درخشاں کے کمرے میں جھانکا اسے سوتا ہوا سمجھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور کسی کو ٹیلی فون کرنے لگی۔

درخشاں نے اسے دروازہ بند کرتے دیکھ لیا تھا' وہ سو کب رہی تھی۔ اس کی پوری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ دروازہ بند ہوتے ہی

درخشاں فوراً اٹھی۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے کھولا اور باہر آ گئی۔

فاخرہ بڑے اطمینان سے بیڈ پر بیٹھی' گود میں ٹیلی فون رکھے کسی سے محو گفتگو تھی۔ اسے درخشاں کی طرف سے اطمینان تھا۔ وہ آٹھ بجے اٹھتی تھی اور ابھی آٹھ بجنے میں آدھا گھنٹا باقی تھا۔

درخشاں دروزے سے لگ کر کھڑی ہو گئی اور اس کی گفتگو سننے لگی۔ ''ہاں' پھر بتاؤ' تم کتنے بجے تک آؤ گے۔ گیارہ بجے تک' ٹھیک ہے' تم آؤ گے تو میں ایک چیز دکھاؤں گی۔ نہیں' ابھی نہیں بتاؤں گی۔

اچھا چلو' بتا دیتی ہوں' میں نے تمہاری تصویر مکمل کر لی ہے۔ بڑی مشکل سے ہوئی ہے۔ بھئی یہ کام چھپا کر کرنا ہوتا تھا۔ ویسے بھی میں نے تمہیں ساری دنیا سے چھپا کر اپنی آنکھوں میں بسا رکھا ہے۔ مانتے ہو نا اس بات کو۔ اچھا' چلو باقی باتیں ملاقات پر۔ میں گیارہ بجے تمہارا انتظار کروں گی' او کے' ڈیئر' بائی۔''

اس سے پہلے کہ وہ ٹیلی فون رکھ کر باہر آتی' درخشاں بھاگ کر اپنے کمرے میں پہنچی' دروازہ بند کیا اور چھلانگ مار کر بستر میں گھس گئی اور سوتی بن گئی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کا دروازہ کھل گیا ہے کیونکہ فاخرہ کے گنگنانے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے آنکھیں وا کر کے دیکھا' دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

اب دروازہ بند کرنے کی ضرورت بھی کیا رہ گئی تھی بھلا۔

پھر وہ وقت مقررہ پر اٹھ گئی۔ باتھ روم میں جا کر دانت برش کرتے ہوئے اس نے اپنی شکل پر نظر ڈالی۔ وحشت برس رہی تھی۔ رات بھر جاگنے کے تمام آثار اس کے چہرے پر موجود تھے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ کچھ سوچ بھی رہی تھیں۔ چہرہ کملایا ہوا تھا۔ رنگ بھی پھیکا پھیکا ہو رہا تھا۔

دانت برش کرتے ہوئے وہ ڈینی کے بارے میں سوچتی رہی۔ رات گزرنے کے بعد وہ اپنے اس فیصلے پر قائم تھی کی اس نے جو کچھ کیا تھا' ٹھیک کیا تھا۔

پھر اس کا ذہن فاخرہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تو اس کا شبہ ٹھیک ہی تھا۔ کوئی ہے جو اس کی غیر موجودگی میں یہاں آتا جاتا ہے۔ جانے کب سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ جانے کب سے بھابی' بھیا کو بے وقوف بنا رہی ہے۔ بہر حال آج معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔

اصل میں جو جیسا ہوتا ہے' اس کی سوچ بھی اس کے کردار کے مطابق ہوتی ہے۔ بھابی نے اسے ڈینی سے تنہائی میں ملنے کی جو لائن دی تھی' وہ انکے ذہن کی عکاس تھی۔ انہوں نے اسے بھی اپنے جیسا سمجھ لیا تھا یا اسے ڈھیل دے کر اپنے لیے آسانی پیدا کر رہی تھیں۔ ہو سکتا ہے' وہ اس تنہائی کی ملاقات کے بعد اسے بلیک میل کرنا شروع

کر دیتیں۔

سوچتے سوچتے اسے یہ احساس نہ رہا کہ وہ کتنی دیر سے دانتوں کو برش کیے جا رہی ہے۔ اچانک اسے ہوش آیا۔ پھر وہ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر باہر نکل آئی۔

''ہائے شہزادی۔'' فاخرہ نے اسے باتھ روم سے نکلتے دیکھ کر وش کیا۔ وہ اسے پیار سے شہزادی ہی کہتی تھی' درخشاں کو اس کا شہزادی کہنا اچھا لگتا تھا' لیکن آج اچھا نہ لگا۔ جواب میں وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

''ارے' آج تو تم نے باتھ روم میں بڑی دیر لگا دی۔ کیا کر رہی تھیں وہاں؟'' فاخرہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''وہاں کیا ہو سکتا ہے' منہ ہاتھ دھو رہی تھی۔'' اسے فاخرہ کی ہنسی زہر لگی۔

''اور یہ تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں؟'' ''پتا نہیں'

www.urdurasala.com

آپ نے ناشتا کرلیا؟'' اس نے پوچھا۔

''آدھا بابر کے ساتھ کرلیا' آدھا تمہارے ساتھ کروں گی۔'' اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ وہ زبردستی مسکرائے جارہی تھی۔ اٹھلا رہی تھی۔ درخشاں جانتی تھی کہ اس خوشی کے پیچھے کیا راز ہے؟

''درخشاں' تمہارا چہرہ بھی کچھ عجیب سا ہورہا ہے۔ سچ بتاؤ کیا ہوا؟'' تم رات کو سوئی ہو یا نہیں۔ رات کو تم نے کوئی ہوور فلم تو نہیں دیکھی۔ میں تمہارے اس شوق سے بڑی تنگ ہوں۔ تمہیں کیا مزہ آتا ہے ان خوفناک فلموں کو دیکھ کر۔ پھر رات بھر ڈر کی وجہ سے سو نہیں سکتیں۔

بھابی' آپ اپنے شوق تو دیکھیں۔ آپ کو کیا مزہ آتا ہے کسی غیر مرد سے مل کر جبکہ اللہ نے آپ کو ایک ہینڈسم شوہر عطا کیا ہوا ہے۔ یہ بات اس نے سوچی مگر کہہ نہ سکی' کہا تو صرف اتنا۔ ''نہیں بھابی' میں

نے کوئی فلم نہیں دیکھی۔''

''پھر تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہیں؟'' سوال ہوا۔

''رات کو ٹھیک سے نیند نہیں آئی' بار بار آنکھ کھلتی رہی۔'' جواب ملا۔

''چلو' کوئی بات نہیں' کبھی کبھی ایسا ہوجاتا ہے۔'' فاخرہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے بولی۔ میں تمہارے لیے ناشتا بنا دیتی ہوں' تم تب تک ڈریس تبدیل کرلو۔ کہیں تمہیں دیر نہ ہوجائے۔''

اسے فکر ہوگئی تھی کہ یہ رات بھر سوئی نہیں ہے' کہیں ایسا نہ ہو یونیورسٹی سے چھٹی کرلے۔ درخشاں کی آج حالت بھی ایسی ہی تھی' اگر اس نے فون پر گفتگو نہ سنی ہوتی تو وہ ضرور چھٹی کرلیتی' لیکن اب تو اسے یونیورسٹی کے بہانے ہر قیمت پر گھر سے نکلنا تھا۔

''بھابی' میرے سر میں بہت درد ہورہا ہے' آنکھیں بھی جل رہی

ہیں' سوچ رہی ہوں' آج یونیورسٹی نہ جاؤں۔''

تب ہی کچن میں چھنا کا ہوا۔ فاخرہ کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر فرش پر گرا۔ وہ فوراً کچن میں پہنچی۔

''کیا ہوا بھابی؟'' اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' فاخرہ نے اپنے کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''گلاس ہاتھ سے سلپ ہوگیا۔''

''ٹوٹے ہوئے ٹکڑے احتیاط سے سمیٹیں' کہیں ہاتھ لہولہان نہ ہو جائے۔'' درخشاں بولی۔

''نہیں' ایسا نہیں ہوگا۔' فاخرہ کانچ کے ٹکڑوں کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ''میں یہ کہہ رہی تھی کہ تمہارا یونیورسٹی جانے کا پروگرام نہیں ہے تو نہ جاؤ' لیکن دیکھ لو' کہیں تمہارے کام کا ہرج نہ ہو' درد تو میں تمہارا ابھی ٹھیک کردوں گی' تمہارے سر میں مالش کرکے۔

''ہاں' اچھا یاد دلایا آپ نے' آج تو میں کسی قیمت پر چھٹی نہیں کر سکتی۔ اگر یونیورسٹی اسٹرچر پر جانا پڑے تو جاؤں گی' آج اصل میں میری ڈاکٹر براؤن سے میٹنگ ہے جو کام میں نے اب تک کیا ہے' اس کا جائزہ لیا جانا ہے اور شاید آج مجھے آنے میں دیر بھی ہو جائے۔''

یہ کہہ کر درخشاں نے بطور خاص فاخرہ کا چہرہ دیکھا۔ وہاں اداسی کی جگہ خوشی نے لے لی تھی۔ مکار عورت۔ اس نے سوچا۔

''میٹنگ کتنے بجے ہے؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''گیارہ بجے۔'' درخشاں نے حقیقت بیان کی' لیکن فاخرہ نہ سمجھی۔

''بس تو پھر نو بجے جانے کی کیا ضرورت ہے' تم دس بجے نکلنا' میں تمہارے سر میں تیل لگا کر مالش کیے دیتی ہوں' تم پھر تیز پانی کا شاور لے لو۔ پھر اپنی پسند کا ناشتا کرو' گرم گرم کافی پیو' فریش ہو جاؤ

اور جاؤ۔"

"بہت اچھے۔" درخشاں نے تالی بجائی۔ "بہت زبردست پروگرام ہے۔ بس پھر شروع ہو جایئے۔"

"لاؤ' تیل اٹھا کر لاؤ۔" فاخرہ نے بڑی محبت سے کہا۔

فاخرہ مالش بہت اچھی کرتی تھی۔ اتنی اچھی کہ آدمی کو نیند آنے لگتی تھی۔ وہ اکثر اس کے سامنے تیل کی شیشی لے کر بیٹھ جایا کرتی تھی۔

"بھابی' آج بھیا کتنے بجے گئے؟" درخشاں آنکھیں بند کیے بولی۔

"وہی ساڑھے سات بجے' حسب معمول۔" فاخرہ نے کہا۔

"کیوں پوچھ رہی ہو تم؟"

"میں سوچ رہی تھی کہ ہمارے بھیا کی کوئی لائف نہیں' صبح کے گئے ہوئے رات کو آتے ہیں۔ گھر میں آ کر کچھ دیر مجھ سے بات کر لی'

کچھ آپ سے گفتگو فرما لی۔ موڈ ہوا تو ٹی وی دیکھ لیا یا میوزک سن لیا' ورنہ کوئی ڈائجسٹ اٹھا کر بیٹھ گئے اور دس بجتے ہی بیڈ روم کا رخ کیا۔ ان کا ویک اینڈ بھی گھر پر ہی گزرتا ہے یا کبھی میں اور آپ انہیں تھیٹر دیکھنے کے لیے پکڑ کر لے جاتے ہیں' یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ آفس اور گھر۔ انہیں معلوم ہی نہیں' دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ویسے وہ پاکستان میں تو ایسے نہ تھے۔ ہم لوگ جس دن یا بر بھیا کو گھر پر دیکھ لیتے' اس دن ہماری عید ہو جاتی' کہاں وہ اتنا گھومنے پھرنے والے تھے اور کہاں اب وہ کولھو کے بیل ہو کر رہ گئے ہیں۔ ایک بندھی ٹکی لائف۔ وہ بہت سیدھے ہیں بے چارے۔"

"اب اتنے سیدھے بھی نہیں ہیں' جتنا تم سمجھ رہی ہو۔"

"نہیں بھابی' وہ بہت سیدھے ہیں' وہ امریکا میں رہتے ہیں لیکن امریکا جیسی ان میں کوئی بات نہیں' شراب وہ نہیں پیتے' نائٹ کلبوں

سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں اور.....'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''یہ بات تم کس طرح کہہ سکتی ہو؟''

''وہ میرے بھائی ہیں' میرا خون ہیں' میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔'' درخشاں نے بڑے وثوق سے کہا۔

''بے وقوف' صبح سے رات تک باہر رہتے ہیں' میں یا تم کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ دفتر جاتے ہیں یا کسی لڑکی کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں۔ درخشاں' تو ابھی ان مردوں کو نہیں جانتی۔''

''آپ جانتی ہیں ان مردوں کو؟'' درخشاں نے چٹکی لی۔

''ہاں' میں جانتی ہوں۔''

''میرے ہیرے جیسے بھائی کے بارے میں آپ اتنی خراب رائے رکھتی ہیں' یہ جان کر مجھے افسوس ہوا۔''

''ارے تم سے تو کوئی بات کرنا مشکل ہے' میں تو ایک عام بات

کر رہی تھی۔''

''اچھا بھابی' یہ بتائیں' یہ صرف مرد ہی خراب ہوتے ہیں یا عورتیں بھی ہوتی ہیں۔''

عورتوں کو خراب کرنے والے بھی یہی مرد ہیں۔'' فاخرہ نے جواب دیا۔

''تو گویا فساد کی جڑ یہی مرد ہیں؟'' درخشاں بولی۔

''ہاں' تو اور کیا۔'' فاخرہ نے کہا۔

''اچھا چھوڑیں اس بحث کو' یہ فرمائیں' آپ کبھی آئینہ بھی دیکھتی ہیں۔''

''روز ہی دیکھتی ہوں۔'' فاخرہ نے کہا۔

''آج بھی دیکھا تھا؟'' درخشاں نے پوچھا۔

''ہاں' آج بھی دیکھا تھا۔ میں کوئی تمہاری طرح تھوڑا ہی ہوں

www.urdusala.com

جسے آئینہ دیکھے مہینوں ہو جاتے ہیں، درخشاں' تم جیسی لڑکی شاید ہی اس دنیا میں کوئی اور ہو۔ حد ہے بے پروائی کی۔ اس طرح بھی کوئی اپنے آپ سے بیگانہ ہوتا ہے۔"

"اچھا' اب ختم کریں مالش' آپ بہت اچھی مالش کرتی ہیں۔ واقعی میرے سر کا درد کم ہو گیا۔ آنکھوں میں بھی تراوٹ آ گئی اور بھوک بھی لگنے لگی۔ میں اب جاتی ہوں نہانے۔ آپ ناشتا تیار کریں۔ پھر میں بھاگوں یونیورسٹی۔" درخشاں اٹھتے ہوئے بولی۔ تاکہ آگے بات کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

جب وہ نہا کر باہر آئی تو فاخرہ نے اسے دیکھ کر ناشتا میز پر چن دیا اور بڑی ملائمت سے بولی۔ "شہزادی' تم نے میری بات کو برا تو نہیں مانا۔"

"آپ کا اشارہ بابر بھیا کے متعلق ہے؟" درخشاں نے

وضاحت چاہی۔

"ہاں' انہی کی بات کر رہی ہوں۔" فاخرہ بولی۔

"لیکن آپ نے ان پر کوئی الزام تو نہیں لگایا' محض خیال آرائی کر رہی تھیں' مردوں کی فطرت بیان کر رہی تھیں' پھر میں کیوں برا مانوں۔"

"ہاں' اب دیکھو نا' اپنی بھی کیا لائف ہے۔ دن بھر گھر میں بند رہتی ہوں۔ اگر گھر سے باہر نکلتی بھی ہوں تو گھر کے لیے۔ جو کچھ کرنا ہے' بس اس گھر کے لیے کرنا ہے۔ تمہارے بھیا تو اپنے لیے کپڑے خریدنے کے بھی روادار نہیں' ان کی شاپنگ بھی مجھے ہی کرنا ہوتی ہے' لیکن میں نے کبھی اس کا احسان نہیں جتایا۔ ان کی زندگی اگر گھر سے دفتر تک محدود ہے تو میری زندگی بھی اس گھر کی چار دیواری تک محدود ہے۔ انہوں نے اگر امریکا میں رہتے ہوئے یہاں کی معاشرت کو

نہیں اپنایا ہے تو میں بھی یہاں امریکی بیوی کی طرح نہیں رہتی۔ میں ایک پاکستانی بیوی کی طرح اپنے شوہر کو کوئی کام نہیں کرنے دیتی' اس بات کی گواہی تو تم بھی دو گی۔"

"ہاں بھابی' چند گھنٹے اور توقف کریں' پھر میں ایسی گواہی دوں گی کہ آپ کے ہوش اڑ جائیں گے۔ دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ امریکہ میں رہ کر کتنی پاکستانی ہیں۔ کتنی وفا شعار ہیں۔ کتنی شوہر کی عزت کو سنبھال کر رکھنے والی ہیں۔ ٹھہر جایئے' صرف چند گھنٹے ٹھہر جایئے۔"

"یہ بات اس نے اپنے آپ سے کہی' اپنے دل میں کہی۔ یہ بات بلند آواز میں کہنے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ وہ فاخرہ کی باتوں پر محض ہوں' ہاں کرتی رہی۔

دس بجے کے قریب اس نے فاخرہ کو خدا حافظ کہا۔ وہ اسے

دروازے تک چھوڑنے آئی۔ یہ روز کا معمول تھا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے درخشاں نے اپنے پیچھے زور سے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ بھابی اسے گھر سے نکالنے میں کامیاب ہو کر بہت خوش ہو رہی ہوں گی۔ اس نے سوچا۔ انہیں ابھی یہ نہیں معلوم کہ اسے نکالنا کتنا مہنگا پڑے گا۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ کوئی برائی زیادہ عرصے تک نہیں چھپ سکتی۔ گناہ خود اپنے منہ سے بولتا ہے۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ ایک گھنٹا کہاں گزارے۔ یونیورسٹی جا کر وہاں سے فوراً واپس آنا ممکن نہ تھا۔ اس نے سوچا' کسی قریبی ریستوران میں جا کر بیٹھ جائے۔ آدھا پون گھنٹا ریستوران میں گزارنا کون سا ایسا مشکل تھا۔

دس منٹ پیدل چلنے کے بعد اسے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ دکھائی دیا۔ بوتھ میں داخل ہو کر اس نے بابر بلال کا ٹیلی فون نمبر اپنے

بیگ سے نکالا۔ پھر سکہ ڈال کر اس نے نمبر ملایا۔

''ہیلو۔'' ادھر سے ریسیور اٹھالیا گیا۔

''میں بابر بلال سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے انگریزی میں کہا۔

''ہولڈ کیجئے۔'' ادھر سے جواب ملا۔

پھر چند لمحوں بعد ریسیور میں جو آواز آئی' وہ بابر بلال کی تھی۔

''ہیلو۔''

''بھیا' میں درخشاں بول رہی ہوں۔''

''کہاں سے بات کر رہی ہو' یونیورسٹی سے؟ بابر بلال نے پوچھا۔

''نہیں بھیا' میں ایک پبلک بوتھ سے بات کر رہی ہوں اور گھر کے نزدیک سے ہی بول رہی ہوں۔''

''خیریت درخشاں! تم کچھ گھبرائی سی ہو' بتاؤ کیا ہوا؟''

''بھیا' ابھی تو کچھ نہیں ہوا' لیکن آئندہ ہونے والا ہے اور جو ہونے والا ہے' اس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔'' درخشاں کی آواز میں لرزش تھی۔

''فاخرہ تو ٹھیک ہے؟'' بابر بلال نے پوچھا۔

''جی' بہت مزے میں ہے آپ کی فاخرہ۔'' درخشاں نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''پھر تم اتنی پریشان کیوں ہو؟'' بابر بلال کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''بھیا' کیا آپ اس وقت گھر آ سکتے ہیں؟'' درخشاں نے پوچھا۔

''ہاں' آ سکتا ہوں' لیکن بات کیا ہے؟''

''بھیا' بات میں ٹیلی فون پر نہیں بتا سکتی' آپ بس فوراً گھر

www.urdufasala.com

آجائیں' بتائیں' کتنی دیر میں آجائیں گے۔'' اس نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔

''آنے میں دو گھنٹے ضرور لگ جائیں گے۔'' اس نے کہا۔

بس پھر آجائیں' میں آپ کا شدت سے انتظار کروں گی' اچھا خدا حافظ۔'' یہ کہہ کر اس نے ٹیلی فون بند کر دیا اور پبلک یوتھ سے باہر نکل آئی۔ وہ زیادہ بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔

کچھ دور آگے چلی تو اسے ایک کیفے دکھائی دے گیا۔ وہ اس میں داخل ہوگئی۔ کیفے تقریباً خالی پڑا تھا۔ اکا دکا آدمی ادھر ادھر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دروازے کے نزدیک ہی ایک میز پر بیٹھ گئی۔

اس وقت دس بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ یہاں اس نے سوا گیارہ بجے گھر پہنچنا چاہتی تھی۔

آنے والے وقت کا خیال کر کے اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ

جاتی تھی۔ ایک نامعلوم خوف اس پر چھا جاتا تھا۔ دل کی دھڑکن ایکدم تیز ہو جاتی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگتے۔

ویٹر کے آنے پر اس نے چائے کا آرڈر دیا اور بیگ سے نکال کر اپنے کیے ہوئے نوٹس پر نظر ڈالنے لگی۔ وہ انہیں بڑے انہماک سے پڑھ رہی تھی' لیکن ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ بس ایسے ہی ورق الٹے جا رہی تھی۔

چائے آنے پر اس نے پوری اطمینان سے بنائی اور گھونٹ گھونٹ کر کے اسے پینے لگی۔ چائے ختم کر کے جب اس نے وقت دیکھا تو محض دس بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ اسے یوں لگا جیسے وقت ٹھہر سا گیا ہے۔ تب اس نے ایک کافی کا آرڈر دے دیا اور ساتھ کچھ کھانے کے لیے بھی منگوایا۔

پھر وہ وقت مقررہ پر کیفے سے باہر آئی اور تیز تیز قدموں سے گھر

کی طرف چل دی۔

جب وہ بلڈنگ کے احاطے میں داخل ہوئی تو ٹھیک ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ اس کا اندازہ تھا کہ بابر بلال بارہ بجے تک گھر پہنچیں گے۔ تب تک اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے' اسے کچھ معلوم نہ تھا۔

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے بیگ سے فلیٹ کی چابی نکال لی' یہ وہ چابی تھی جو بابر بلال نے اسے یہاں آتے ہی دے دی تھی۔

''درخشاں' اس چابی کو رکھ لو' تمہارے کام آئے گی۔ فاخرہ شاپنگ وغیرہ کے لیے گھر سے باہر نکلتی رہتی ہے۔۔ ہوسکتا ہے تم یونیورسٹی سے آؤ تو گھر پر تالا لگا ملے۔ اس وقت یہ چابی تمہارے کام آئے گی۔''

لیکن اس چابی کے استعمال کی آج تک ضرورت نہ پڑی تھی۔

کیونکہ ہمیشہ فاخرہ اسے گھر پر ہی ملتی تھی۔ آج اس کو چابی کی ضرورت پڑی تھی اور وہ بھی کس طرح۔

درخشاں ان غافل انسانوں کے سروں پر دبے پاؤں' موت کی طرح پہنچنا چاہتی تھی تاکہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہے اور کوئی فرار کا راستہ باقی نہ بچے۔

پہنچنے والا ٹھیک بارہ بجے پہنچ گیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے' بے قراری اسے کچھ پہلے ہی لے آئی ہو۔ اب تو وہ بڑے اطمینان سے محو گفتگو ہوں گے۔ ان کے خیال میں درخشاں تو اس وقت اپنے نگران ڈاکٹر براؤن سے میٹنگ کر رہی ہوگی۔ پھر ڈر کا ہے کا۔ دھڑکا کیسا۔

تالے میں چابی لگانے سے پہلے اس نے چابی کے سوراخ سے اندر جھانکا' سامنے کچھ نہ تھا۔ ڈائننگ ٹیبل کا ایک کونا اور دو کرسیاں نظر آرہی تھیں' وہ اپنے کمرے میں ہوں گے شاید۔

www.urdurasala.com

عشق کا عین

یہ کہانی عشق کے موضوع پر ایک یادگار تحریر ہے ۔
الٰہی بخش کو پہلی نظر میں عشق ہوا تو یہ کوئی حیرت کی
بات نہیں اسکا خمیر ہی عشق کی مٹی سے اٹھا تھا۔
محبت پہلی نظر میں اور وہ بھی ایک ایسی لڑکی سے
جسکا وہ کسی طرح ہمسر نہیں ۔

ابھی پڑھیے ''اردو رسالہ'' پر

پھر اس نے بہت آہستگی سے دروازے کے والے میں چابی
گھمائی۔ دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ وہ بے آواز کھل گیا۔ پھر دروازہ
کھلا چھوڑ کر ہی آگے بڑھی۔ وہ دروازے کو کتنا ہی آہستگی سے بند
کرتی، کھٹکے کی آواز ضرور ہوتی اور یہ آواز انہیں چونکا بھی سکتی تھی۔ وہ
نہیں چاہتی تھی کہ انہیں ذرا بھی ہوشیار ہونے کا موقع ملے۔

درخشاں نے دبے قدموں فاخرہ کے کمرے کا رخ کیا۔

کمرے کا دروازہ نیم وا تھا اور اندر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

درخشاں نے ایک جھٹکے سے پورا دروازہ کھول دیا۔

دروازہ جب زور سے دیوار سے لگا تو وہ دونوں چونک اٹھے۔

درخشاں نے اسے دیکھا جس کی خاطر بھابی نے بھیا کی عزت کو
خاک میں ملا دیا تھا۔ وہ ایک نیگرو تھا۔ بعض کالے بھی پرکشش ہوتے
ہیں، لیکن اس میں کشش نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ موٹے بھدے ہونٹ،

پھیلی ہوئی ناک' الٹے توے جیسی رنگت' لمبوترا چہرہ۔

وہ دونوں اسے دروازے میں کھڑا دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک لمحے کو انہیں یقین ہی نہ آیا کہ دروازے پر واقعی کوئی کھڑا ہے اور اگر کوئی کھڑا تو وہ درخشاں ہی ہے۔ وہ اندر کس طرح آ گئی آخر۔

پھر فاخرہ نے نہیں' کہتے ہوئے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

اس نیگرو نے فاخرہ کو بے ہوش ہوتے دیکھا تو وہ حبشی' وہ کالا آدمی درخشاں کو دھکا دیتا ہوا فلیٹ سے بھاگ گیا۔

کوئی اور وقت ہوتا اور فاخرہ اس طرح بے ہوش ہو کر گرتی تو وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچ جاتی' لیکن آج اتنا کچھ دیکھ لینے پر اس کے قدم پتھر ہو گئے۔ فاخرہ کی اس حرکت نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس نے بیڈروم کا دروازہ ایک جھٹکے سے بند کر دیا پھر اس نے فلیٹ کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ جواب چوپٹ کھلا پڑا تھا۔

کچن میں جا کر اس نے پانی میں گلوکوز ڈال کر پیا اور صوفے پر بیٹھ کر بابر بلال کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

پونے بارہ بجے کے قریب گھر کی گھنٹی بجی۔ اس نے دروازے میں لگی چھپی آنکھ سے باہر دیکھا۔ سامنے بابر بلال کھڑا تھا اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ بابر بلال اندر آیا۔

''ہاں' بھئی درخشاں' تم نے تو مجھے پریشان کر دیا' فون بھی اتنی جلدی بند کر دیا تم نے کہ میں کچھ اندازہ ہی نہ لگا سکا۔ بہر حال' اب میں تمہارے کہنے کے مطابق گھر آ گیا ہوں۔ اب مجھے معاملہ بتاؤ اور یہ تم ہلدی کی طرح زرد کیوں ہو رہی ہو؟''

''بھیا' آپ ذرا بیڈروم میں جا کر دیکھیں۔'' درخشاں کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

''ارے کیا ہوا؟'' پریشان ہو کر بابر بلال نے بریف کیس میز پر

www.urdurasala.com

رکھا اور تیزی سے اپنے بیڈروم کی طرف بڑھا۔

چند لمحے بعد جب وہ واپس آیا تو سب کچھ جان چکا تھا۔ اس نے وہ پینٹنگ بھی دیکھ لی تھی جو کمرے میں سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی۔

''کون تھا وہ؟ میں اسے قتل کر دوں گا۔'' بابر بلال نے صوفے میں دھنستے ہوئے کہا۔ غصے میں اس کا برا حال تھا۔

''اسے کیوں قتل کرتے ہیں' قتل کرنا ہے تو اسے قتل کیجیے جس نے آپ کی عزت کا جنازہ نکالا ہے۔''

'میں اسے بھی نہیں چھوڑوں گا۔''

''نہیں بھیا' ایسا کچھ نہیں کرنا ہے۔ غصے اور جوش میں آنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے' جو کچھ کرنا ہے' ٹھنڈے دل سے کرنا ہے' سوچ سمجھ کر کرنا ہے۔''

''یہ سب کچھ ہوا کیسے؟ تمہیں کیسے پتا چلا؟ مجھے ذرا تفصیل سے

ساری بات بتاؤ۔''

جواب میں درخشاں نے وہ سب کچھ کہہ سنایا جو اس نے دیکھا' سنا اور محسوس کیا تھا۔

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ بیڈروم کا دروازہ کھلا۔ فاخرہ لرزتے قدموں سے باہر آئی اور بابر بلال کے قدموں میں گر پڑی۔

''مجھ سے غلطی ہو گئی' بابر' میں بھٹک گئی تھی۔ اب آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔''

بابر بلال نے نفرت سے ٹھوکر مار کر اسے پرے دھکیل دیا اور بولا۔ ''نہیں' تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی' غلطی مجھ سے ہوئی ہے تم پر بھروسا کر کے۔ خدا جانے یہ کھیل کب سے جاری تھا۔ بھلا ہو میری بہن کا جس نے میری آنکھوں پر بندھی پٹی کھول دی اور وہ سب کچھ دکھا دیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس گھر میں تمہیں پناہ

نہیں ملے گی اپنے کپڑے اور زیورات سمیٹ لو۔ میں تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آؤں گا۔ تمہارے والدین کو' تمہارے خاندان والوں کو بتا کر آؤں گا کہ تم کیسی ہو۔ میں وہاں ایک ایک رشتے دار کو تمہارے بارے میں بتاؤں گا تاکہ آئندہ تمہیں کوئی اپنانے کا سوچ بھی نہ سکے۔ اول تو تمہارے شریف والدین جب یہ سنیں گے تو شاید وہ بھی تمہیں گھر میں رکھنے سے انکار کر دیں۔ تم نے اس گھر کا اعتبار کھو کر سب کا اعتبار کھو دیا ہے۔ اب تم زندگی بھر قابل نفرت زندگی گزارو گی اور یہ سزا قتل سے کہیں عذاب ناک ہے۔ جاؤ' اب میرے سامنے سے اپنا غلیظ چہرہ ہٹالو۔''

لیکن وہ اس کے قدموں میں گری' سسکتی رہی۔ تب بابر بلال خود وہاں سے اٹھ گیا اور درخشاں کے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔

بابر بلال کے جانے کے بعد اس نے درخشاں کے گھٹنے پکڑ لیے

اور التجا بھری آواز میں بولی۔ ''درخشاں' تم مجھے بچالو۔''

''فاخرہ' تمہیں یاد ہے' صبح میں نے تم سے کیا کہا تھا' میرے بھیا بہت سیدھے آدمی ہیں' اس وقت بھی انہوں نے شرافت دکھائی ہے۔ وہ تمہیں' تمہارے گھر تک چھوڑنے جا رہے ہیں۔ تمہارا جرم بہت گھناؤنا ہے' کوئی اور مرد ہوتا تو تمہاری تکا بوٹی کر کے باہر کتوں کو ڈال دیتا۔ جاؤ' اپنا سامان باندھ لو اور یہاں سے دفع ہونے کی تیاری کرو۔'' درخشاں نے انتہائی نفرت سے کہا اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

''میں اس گھر سے نکل کر کہیں کی نہ رہوں گی' مر جاؤں گی۔''

''یہ سب تو عشق کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا' ویسے ایک صورت اور ہو سکتی ہے تم اس کتے نیگرو کے گھر کیوں نہیں چلی جاتیں۔''

''وہ پہلے ہی شادی شدہ ہے۔''

''یہ تمہیں ملا کہاں تھا؟''

'میوزک اکیڈمی میں' وائلن بجانا میں نے اسی سے سیکھا ہے۔''

''اچھا تو وہ تمہارا انسٹرکٹر تھا۔ بہت خوب' اب تم اسے ٹیلی فون کر کے ساری صورتحال بتاؤ۔ ہوسکتا ہے' وہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر تمہیں اپنا لے۔''

''یہاں بیوی کو طلاق دینا اتنا آسان نہیں ہے۔''

''اور عشق کرنا آسان ہے۔'' اس نے فاخرہ کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں شرم نہ آئی یہ سب کرتے ہوئے' آخر میرے بھائی میں کیا کمی تھی' کیا بگاڑا تھا انہوں نے تمہارا جس کی اتنی بڑی سزا دی تم نے۔ میں اگر اپنے بھائی کی جگہ ہوتی تو تمہیں اسی شہر میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتی۔ پھر دیکھتی' تمہارا کون سا عاشق تمہیں پناہ دیتا ہے۔ تم

جیسی عورتوں کو کبھی عزت کی زندگی راس نہیں آسکتی۔ تم بیوی کے روپ میں طوائف کا ٹھکانہ کسی شریف آدمی کا گھر نہیں' بازار ہوتا ہے۔ جاؤ یہاں سے۔'' درخشاں نے اسے دھکا دے کر دور دھکیل دیا۔

فاخرہ روتی' سسکتی بیڈ روم میں چلی گئی۔

درخشاں کا سر گھوم رہا تھا' وہ وہیں صوفے پر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بابر بلال اس کے کمرے سے نکلا اور اس کے قریب آکر بولا۔ ''درخشاں میں باہر جارہا ہوں۔ ٹکٹ وغیرہ لے آؤں۔ میں کوشش کروں گا کہ آج رات کی فلیٹ سے سیٹیں مل جائیں۔''

''بھیا' آپ خود کیوں جارہے ہیں' اسے تنہا بھیج دیں اور یہاں سے ابو کو ٹیلی فون کر دیں اور خط لکھ دیں' وہاں وہ سنبھال لیں گے۔''

''نہیں درخشاں' میں خود اس کے ساتھ جاؤں گا۔ اس کو اکیلا بھیجا تو جاسکتا ہے' وہاں جا کر مظلوم بن جائے۔ وہاں کوئی اور ہی کہانی سنا

www.urdurasala.com

دے۔ خاندان کا معاملہ ہے۔ ابو کس کس کی بات کا جواب دیں گے۔ خاندان کے بزرگوں کو میں ہی قائل کرسکوں گا۔''

''ٹھیک ہے بھیا' جیسا آپ مناسب سمجھیں کریں۔''

''مجھے پاکستان میں آٹھ دس دن لگ جائیں گے۔ تب تک تم یہاں تنہا رہ لوگی؟'' بابر بلال نے پوچھا۔

''ہاں رہ لوں گی۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''لیکن تمہیں تو ڈر بہت لگتا ہے۔ نہیں تم کس طرح رہو گی' اچھا ٹھیک ہے' میں تمہارا ابھی کچھ بندوبست کرتا ہوں۔''

بابر بلال نے بھاگ دوڑ کر کے رات کی فلائٹ کی دو نشستیں حاصل کرلیں اور اپنے پاکستانی دوست کو ٹیلی فون بھی کردیا۔ گیارہ بجے کے قریب امجد اپنی بیوی کے ساتھ درخشاں کو ساتھ لے جانے کے لیے آگیا۔ وہ سب بیک وقت گھر سے نکلے بابر اور فاخرہ ٹیکسی

کے ذریعے ائیر پورٹ چلے گئے جبکہ امجد نے اپنے گھر کا رخ کیا۔ امجد نے کہا بھی کہ وہ اسے ائیر پورٹ چھوڑ دے گا' لیکن بابر اس کے لیے راضی نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ واپسی میں بہت دیر ہوجائے گی بس تم درخشاں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

بابر بلال نے فاخرہ کو پوری آزادی دی تھی کہ اس گھر میں اس کی جو چیز ہے' اٹھالے۔ فاخرہ نے اس گھر میں اپنی جو چیزیں تھیں' سب سمیٹ لی تھیں' زیورات ان چیزوں میں سرفہرست تھے۔

گھر سے رخصت ہوتے ہوئے فاخرہ نے درخشاں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔ امجد کی بیوی عقیلہ اس سے تمام تفصیلات پوچھ رہی تھی۔ وہ بتا بھی رہی تھی' لیکن بار بار فاخرہ کی گھورتی نظریں اس کے سامنے آجاتی تھیں اور وہ بولتے بولتے ایک دم چپ ہوجاتی تھی۔ تب عقیلہ اسے ٹوکتی اور وہ پھر سے تفصیلات بیان کرنے لگتی۔

آج کی رات بھی درخشاں پر قیامت بن کر نازل ہوئی تھی۔ وہ پوری رات کروٹیں بدلتی وہی۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

صبح تک وہ یونیورسٹی پہنچی اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کے کیبن میں داخل ہوئی تو اسے اپنی میز پر ایک پیکٹ رکھا ہوا نظر آیا۔ وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھی۔ اس نے بے قراری سے پیکٹ اٹھالیا۔ سبز کاغذ پر سفید چٹ لگی ہوئی تھی اور اس پر لکھا تھا۔ ڈینی کی جانب سے' اس کے نیچے ڈینی کے دستخط تھے اردو میں۔ ڈینی نے درخشاں سے اردو میں اپنا نام لکھنا سیکھ لیا تھا۔ نام کے نیچے تاریخ پڑی ہوئی تھی۔ یہ تاریخ کل کی تھی۔ اوہ تو یہ پیکٹ کل سے یہاں پڑا ہے۔ کیا خود پروفیسر ڈینی یہاں رکھ کر گئے یا کسی سے بھجوادیا تھا؟

ابھی وہ اس پیکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھ ہی رہی تھی کہ لیب بوائے جون اندر داخل ہوا۔

''اوہ مس' آپ آگئیں' یہ پیکٹ آپ کو مل گیا' بس میں یہی چیک کرنے آیا تھا۔''

''سنو' یہ پیکٹ یہاں کس نے رکھا؟'' درخشاں نے پوچھا۔

''پروفیسر ڈینی نے۔'' جون نے بتایا۔ ''آپ کل آئی نہیں تھیں تو وہ مجھے بتا کر اسے آپ کی میز پر چھوڑ گئے تھے اور ابھی کچھ دیر پہلے ان کا ٹیلی فون آیا تھا' پوچھ رہے تھے کہ آپ آئی ہیں یا نہیں۔ اب میں انہیں جا کر فون پر بتائے دیتا ہوں کہ نہ صرف آپ آگئی ہیں بلکہ پیکٹ بھی مل گیا ہے' ٹھیک ہے۔''

لیب بوائے کے جانے کے بعد درخشاں نے سبز کاغذ کو پھاڑا۔ اندر سے ایک کتاب اور ایک کیسٹ نکلا۔ کتاب کھولنے پر معلوم ہوا کہ وہ کتاب نہیں' ڈائری ہے اور وہ بھی بالکل سادہ۔ اس نے اس ڈائری کا ایک ایک ورق اچھی طرح کھول کر دیکھ ڈالا' لیکن اس پر کوئی

تحریر نہ ملی۔ البتہ درمیان کے صفحات پر پھول ضرور لگے ہوئے تھے۔

اس نے اس ڈائری کو اپنے بیگ میں ڈالا اور آڈیو ریڈیو لائبریری میں پہنچ کر..... کیسٹ کو کیسٹ پلیئر میں لگا دیا پھر اپنے کانوں میں ریسیور لگا کر کیسٹ سننے لگی۔

یہ کیسٹ بھی ڈائری کی طرح تقریباً خالی تھی۔ شروع میں ڈینی کی آواز میں چند جملے بھرے ہوئے تھے اور بس۔

ایک تو احمد فراز کا شعر تھا جسے ڈینی نے بڑے اٹک اٹک کر امریکی لہجے میں پڑھا تھا۔

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں

اس کے بعد انگریزی کی چھوٹی سی نظم تھی جو اس نے دل چیرنے والے لہجے میں پڑھی تھی

ڈائری کے ان سادہ ورقوں کی قسم
میں خود بھی ان ورقوں جیسا ہونا چاہتا ہوں
دل سے اس کی محبت نکل جائے
ذہن سے یادیں مٹ جائیں
لیکن کیا یہ سب
میرے مٹنے سے پہلے ہو سکے۔

درخشاں تو پہلے ہی کیا کم اداس تھی کہ اس تحفے نے اسے مزید بے کل کر دیا۔ ڈینی، تم اگر مجھے مرتے دم تک نہیں بھلا سکو گے تو میں بھی تمہیں مرتے دم تک نہیں بھلا سکوں گی۔ میں اپنی کتاب محبت کے اوراق کو کس طرح سادہ کر سکوں گی۔ ان یادوں کو کیسے مٹا سکوں گی۔ ڈینی، میں بھی تمہاری طرح تم سے محبت کرتی ہوں۔

یہ سب سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر

www.urdurasala.com

ڈیپارٹمنٹ میں اس کا دل نہ لگا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر امجد کے گھر چلی گئی۔

درخشاں کو بابر بلال کی جانب سے بہت فکر تھی۔ پتا نہیں' وہاں پہنچ کر کیا ہوا ہو۔ اس نے بابر سے ٹیلی فون پر صورتحال بتانے کو کہہ دیا تھا۔ پتا نہیں' وہ وہاں سے فون کرتے ہیں یا نہیں۔ ہوسکتا ہے' وہ سوچتے ہوں کہ اب ٹیلی فون کیا کرنا' وہاں پہنچ کر زبانی ہی سب کچھ بتا دوں گا۔

جب درخشاں انتظار کر کے مایوس ہوگئی تو پانچویں دن بابر بلال کا فون آیا۔

وہ بہت خوش تھا۔ اس نے فاخرہ کو طلاق دے دی تھی۔ فاخرہ کی جو وہاں درگت بنی تھی' اس کا مختصر حال اس نے مزے لے لے کر سنایا تھا۔ اس نے واپسی کے لیے سیٹ کنفرم کرالی تھی اور دن' تاریخ اور

فلائٹ نمبر درخشاں کو بتا دیا تھا۔

بابر بلال' فاخرہ کو ائیر پورٹ سے سیدھا اس کے گھر لے کر پہنچا تھا' لیکن خود گھر میں داخل نہیں ہوا' گھر کے باہر گیٹ پر رک گیا۔ فاخرہ کے ابو اور امی دونوں فوراً گیٹ پر آئے اور بولے۔ ''تم یہاں کیوں رک گئے' آؤ' اندر آؤ۔''

''نہیں' میں اندر نہیں جاؤں گا' آپ ڈرائنگ روم کھول دیجیے' وہاں بیٹھ کر آپ سے باتیں ہوں گی۔''

ادھر اندر فاخرہ اپنی بہنوں کے گلے لگ کر روئے جا رہی تھی۔

ادھر بابر گھر میں آنے سے احتراز کر رہا تھا۔ باپ کا فوراً ماتھا ٹھنکا تھا' لیکن انہوں نے اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور بابر کو ڈرائنگ روم میں لے آئے۔

''ڈرائنگ روم میں پہنچ کر بابر بلال نے ایسا دھماکہ کیا کہ اس گھر

کی عزت کے پرخچے دور دور تک اڑ گئے۔ فاخرہ کے ابو حنیف بڑے شریف اور مذہبی قسم کے آدمی تھے۔ بیٹی کے کرتوت سن کر وہ آتش فشاں بن گئے۔ اپنے ہوش میں نہ رہے۔ انہوں نے فاخرہ کو بہت مارا اور بابر سے کہا۔ ''بیٹا' تم اسے یہاں کیوں لے آئے' اسے کالوں کی بستی میں چھوڑ آتے' اب یہ اس قابل نہیں کہ میں اسے اپنے گھر میں رکھوں۔''

حنیف غصے اور صدمے سے نڈھال ہو کر ہسپتال پہنچ گئے ان پر دل کا دورہ پڑا تھا۔

پھر یہ بات پورے خاندان میں سینہ بہ سینہ جنگل کی آگ کی طرح بڑی تیزی سے پھیل گئی۔

فاخرہ اپنے کرتوت کی وجہ سے کسی کو شکل دکھانے کے قابل نہ رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں قید کر لیا۔ پھر بابر نے

خاندان کے چند بزرگوں کو اکٹھا کیا۔ سارے واقعات ان کے سامنے دہرائے اور ان سے پوچھا۔ ''میں اب کیا کروں؟''

''ایسی حرافہ کے ساتھ کون زندگی گزار سکتا ہے' فوراً طلاق دے دو۔''

تب بابر بلال نے خاندان کے بزرگوں کے سامنے فاخرہ کو طلاق دے دی اور یہ سب کرنے کے بعد اس نے درخشاں کو ٹیلی فون کیا اور اسے خوش ہو ہو کر ساری روداد سنائی۔ درخشاں بھی یہ سن کر خوش ہو گئی' کہ چلو معاملہ بخیر و خوبی نمٹ گیا۔

بابر بلال جب کراچی سے نیویارک پہنچا تو اس نے فاخرہ کے بارے میں مزید بتایا اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ نہ صرف بخیر و خوبی نمٹ گیا بلکہ فاخرہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

فاخرہ پر چاروں طرف سے لعنت ملامت ہو رہی تھی۔ ہر شخص اس

www.urdurasala.com

پر لفظوں کے سنگ برسا رہا تھا۔ خاندان کی بڑی بوڑھیوں کے ہاتھ ایک اچھا مشغلہ آ گیا تھا۔ اس پر ہر طرف سے نشتر زنی ہو رہی تھی۔ خاندان کے لوگ یا پاس پڑوس والے جو کہتے' کم تھا' لیکن گھر میں فاخرہ کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ بہنوں نے منہ موڑ لیے تھے۔ بھائیوں نے شکل دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ ماں نے پوچھنا چھوڑ دیا تھا اور ابو ہسپتال میں تھے۔ انہوں نے کہلا بھیجا تھا کہ فاخرہ یہاں نہ آئے۔ فاخرہ کے سر اب کوئی چھت نہ رہی تھی اور یہ سب اپنے شوہر سے بے وفائی کا نتیجہ تھا۔ کوئی جائے مفر تھی' نہ کوئی جائے پناہ۔

تب فاخرہ نے اپنی زندگی کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اس نے باتھ روم میں رکھی کیڑے مار دوا کی پوری شیشی اپنے حلق میں انڈیل لی۔ فوری طور پر اسے ہسپتال پہنچایا

گیا' لیکن وہاں وہ چار پانچ گھنٹے جان کنی کے عالم میں رہ کر مر گئی۔

''مرتے وقت اس نے کسی سے کچھ کہا'' درخشاں نے سارے واقعات سن کر بابر بلال سے پوچھا۔

''مرتے وقت اس کے پاس کوئی نہ تھا' وہ کہتی کس سے۔'' بابر بلال نے بتایا۔

''کرنے سے پہلے؟''

''کرنے سے پہلے بھی وہ کچھ نہیں بولی' وہ اس قابل رہ کہاں گئی تھی۔ وہ کسی سے کیا کہتی' اس کی کون سنتا۔'' بابر بلال نے کہا۔

بابر بلال کی نیویارک واپسی کے بعد' وہ لوگ اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے۔

اسی رات درخشاں نے اسے خواب میں دیکھا۔ وہ شعلوں میں گھری ہوئی تھی اور بہت غصے میں تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''درخشاں'

www.urdurasala.com

میں تجھے چھوڑوں گی نہیں۔ تو نے مجھے بہت ذلیل کروایا ہے۔ میں تجھ سے انتقام لے کر رہوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ درخشاں کی طرف جھپٹی۔ درخشاں چیختی ہوئی بھاگی۔

تب ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ خوف کے مارے وہ پسینے میں نہائی ہوئی تھی۔ یہ خواب اس قدر واضح' گہرا اور صاف تھا کہ اسے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے فاخرہ یہاں خود موجود تھی۔

کچھ حواس بحال ہوئے تو اس نے کمرے کی بتی جلائی گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے دو بجے تھے۔

کچن میں جا کر اس نے ایک گلاس پانی پیا اور ٹی وی لاؤنج میں پڑے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کا جی چاہا کہ بھیا کو اٹھا دے' لیکن بھیا کیا کہیں گے۔ ایک خواب سے ڈر کر خوامخواہ ان کی نیند خراب کر دی۔ پھر وہ انہیں اٹھانے کا ارادہ ملتوی کر کے اپنے کمرے میں آ گئی

اور بیڈ پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

جیسے ہی اسے نیند آنے لگتی' اس پر غنودگی چھاتی تو اسے فوراً وہ خواب یاد آ جاتا۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں کھل جاتیں۔ اسی طرح سوتے جاگتے صبح ہو گئی۔

اس وقت وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ جب گھڑی کا الارم بجا۔ گھڑی کی چیخ' کسی عورت کی چیخ بن گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ گھڑی میں ساڑھے چھ بجے تھے۔ وہ الارم لگا کر اس لیے سوئی تھی کہ بابر بلال کو ٹھیک وقت پر ناشتہ دے سکے۔

''بھیا' آج رات میں نے خواب میں فاخرہ کو دیکھا تھا۔'' درخشاں نے ناشتے کی میز پر بابر کو بتایا۔

''اچھا' کس طرح دکھائی دی تھی؟'' بابر نے پوچھا۔

''بھیا' وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی اور اس نے مجھ سے بڑے

غصے میں کہا تھا' میں تجھے چھوڑوں گی نہیں۔ میں تجھ سے انتقام لے کر رہوں گی۔'' یہ بتاتے ہوئے درخشاں پر لرزہ طاری ہوگیا۔ ''بھیا رات کو مجھے بہت ڈر لگا' کئی بار آپ کو جگانے کا ارادہ کیا۔''

''ہاں تو اٹھا لیتی' ویسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں' یہ محض خواب کی باتیں ہیں۔'' بابر نے تسلی دی۔

''لیکن بھیا' مجھے ایسا لگا جیسے یہ خواب نہ ہو' وہ مجسم ہو کر میرے سامنے آ گئی ہو۔'' درخشاں بولی۔

''اچھا اچھا' اب زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنے ذہن کو جھٹک کر صاف کر لو۔'' بابر بلال نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اسے دفتر کے لیے دیر ہو رہی تھی۔

بابر کے جانے کے بعد اس نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا اور اپنا کام لے کر بیٹھ گئی۔ ابھی یونیورسٹی جانے میں وقت تھا۔ اس نے سوچا'

اتنی دیر میں کچھ نوٹس ہی مرتب کر لے' لیکن اس کا کام میں دل نہ لگا۔ رہ رہ کر اسے فاخرہ یاد آ جاتی۔ شعلوں میں گھری ہوئی' غصے میں چیختی ہوئی۔

پھر اس نے وقت مقررہ پر یونیورسٹی کا رخ کیا۔ درخشاں کے اعصاب پر بہت دباؤ تھا۔ دس پندرہ دن سے وہ مسلسل ذہنی دباؤ میں چلی آ رہی تھی۔ اس کا جی چاہتا کہ کسی سے اپنے دل کی بات کرے' لیکن کوئی ایسا نہ تھا جس سے وہ اپنے بارے میں بات کر سکتی۔ ایک پروفیسر ڈینی تھا جس سے بات کر کے وہ خوشی محسوس کرتی تھی۔ اب وہ بھی اس سے دور ہو گیا تھا ایسا اس نے خود ہی کیا تھا۔ وہ یونیورسٹی میں ہوتی تو پروفیسر ڈینی اسے یاد آتا رہتا اور جب گھر آ جاتی تو فاخرہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتی۔ زندگی عجیب' الجھنوں کا شکار ہو گئی تھی۔

اس رات وہ ایک خوفناک فلم دیکھتے ہوئے بری طرح چیختی تھی۔

اس کی چیخیں سن کر بابر بلال کی آنکھ کھل گئی۔ وہ دوڑتا ہوا درخشاں کے کمرے میں آیا۔ درخشاں بیڈ پر بیٹھی ہوئی بری طرح چیخ رہی تھی۔ اس نے بابر کو آتے ہوئے بھی نہ دیکھا۔

''درخشاں' ہوش میں آؤ۔'' اس نے درخشاں کو جھنجوڑ دیا۔ ''کیا ہوا' کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھیں؟''

''نہیں تو۔'' اس نے اپنے گرد کمبل لپیٹتے ہوئے کہا۔

''پھر کیوں چیخ رہی تھیں؟'' بابر نے پوچھا۔

''میں فلم دیکھ کر ڈر گئی تھی۔'' اس نے بتایا۔

''خدا کے واسطے درخشاں' اپنے آپ پر رحم کرو۔ یہ خوفناک فلمیں دیکھنا چھوڑ دو۔''

''بھیا' کیا ٹی وی آپ نے بند کیا؟''

''ٹی وی' یہاں کہاں ہے ٹی وی؟'' بابر نے حیرت سے کمرے

میں چاروں طرف دیکھا۔

''آپ نے اسے لاؤنج میں پہنچا دیا؟'' درخشاں نے پوچھا۔

''درخشاں' کیا کہہ رہی ہو تم تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

''مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ میں تو بڑے آرام سے پڑھائی میں لگی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے فلم کا خیال آیا۔ ارے' آج تو فلم کا دن ہے۔ پھر ایسے ہی بلا ارادہ میں نے اخبار اٹھا لیا۔ فلم اچھی معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا چلو تھوڑی دیر دیکھ لیتی ہوں۔ جب ڈر لگنے لگے گا تو بند کر دوں گی۔ یہ سوچ کر میں ٹی وی ٹرالی لاؤنج سے کھینچ کر اپنے کمرے میں لائی اور ٹی وی آن کر کے بستر میں کمبل اوڑھ کر بیٹھ گئی۔ فلم شروع ہو چکی تھی۔ ٹائٹل چل رہے تھے۔ پھر جب فلم میں خوفناک مناظر شروع ہوئے تو میں نے ٹیلی ویژن بند کرنے کا ارادہ کیا' لیکن میں اس ارادے کو عملی شکل نہ دے سکی۔ سوچتی رہی کہ یہ منظر ختم ہو

www.urdusoft.com

جائے تو پھر بند کرتی ہوں۔ منظر پر منظر بدلتے رہے اور میں ارادے کے باوجود ٹی وی بند نہ کر سکی۔ یہاں تک کہ ایک منظر دیکھ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ اس کے بعد آپ آ گئے۔ آپ نے مجھے چیختا دیکھ کر ٹیلی ویژن بند کر کے اسے کمرے سے باہر دھکیل دیا۔ میرے ہوش بحال ہوئے تو میں نے کمرے میں آپ کو دیکھا' ٹیلی ویژن کہیں نظر نہ آیا۔''

''لیکن درخشاں' جب میں کمرے میں آیا تو یہاں کوئی ٹیلی ویژن نہیں تھا' بس تم بیڈ پر بیٹھی ہوئی چیخ رہی تھیں' البتہ تمہاری نظریں کسی نا دیدہ چیز پر ضرور جمی ہوئی تھیں۔ ٹیلی ویژن تو لاؤنج میں اپنی جگہ رکھا ہے۔'' بابر بلال نے اسے بتایا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں بھیا؟ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے!''

درخشاں کو یقین نہ آیا۔

''تم نے شاید خواب میں ڈراؤنی فلم دیکھی ہے۔'' بابر بلال نے خیال ظاہر کیا۔

''نہیں' میں نے حقیقت میں فلم دیکھی ہے' یہ دیکھیے' یہ میرے کاغذات پھیلے ہوئے ہیں' میں پڑھتے پڑھتے اٹھی تھی۔ وہ سامنے بیڈ پر اخبار پڑا ہے' اس میں' میں نے فلم کا پروگرام دیکھا تھا' دیکھیے' اب بھی وہی صفحہ کھلا ہوا ہے۔'' پھر اس نے گھڑی دیکھی اور بولی ''اس وقت سوا بجا ہے' میں نے تقریباً ایک گھنٹا وہ فلم دیکھی ہے۔ وہ فلم اب بھی ٹیلی ویژن پر چل رہی ہوگی' آپ ٹی وی کھول کر دیکھیں۔''

بابر بلال کچھ سوچ کر کمرے سے باہر آیا۔ اگر ٹیلی ویژن ایک گھنٹے چلا ہے تو وہ گرم ہو رہا ہوگا اور اس کا چینل بھی بدلا ہوا ہوگا۔

درخشاں بھی اس کے ساتھ باہر آئی۔

ٹی وی ٹرالی اپنی جگہ پر تھی۔ دیکھنے سے یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ

www.urdurasala.com

اسے ہلایا گیا ہے۔

بابر بلال نے ٹرالی ذرا سی آگے کر کے اس کی بیک چھو کر دیکھی۔ وہ گرم ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ٹی وی آن کر دیا۔ چینل وہی روشن ہوا جس پر خوفناک فلمیں آتی تھیں جبکہ بابر نے ٹی وی بند کر دیا تھا۔

درخشاں اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔

وہ خوفناک فلم اب بھی ٹیلی ویژن پر آ رہی تھی۔

بابر نے اس فلم کو چند لمحے دیکھ کر ٹی وی بند کر دیا۔

''اب بتائیے بھیا' یہ خواب تھا یا حقیقت۔'' درخشاں نے کہا۔

''اچھا' اس موضوع پر اب صبح بات کریں گے' اب تم سو جاؤ۔ میرے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ تمہیں خوف محسوس ہو تو مجھے اٹھا لینا۔'' یہ کہہ کر اس نے کمرے کا رخ کیا۔

بابر بیڈ پر لیٹا تو اسے نیند نہ آئی۔ وہ عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔ درخشاں کا بیان تھا کہ وہ ٹی وی دیکھتے ہوئے چیخی تھی حالانکہ جب وہ اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا' وہاں ٹیلی ویژن نہ تھا۔ وہ تنہا بیٹھی چیخ رہی تھی۔ درخشاں کا خیال ہے کہ اس نے ٹیلی ویژن بند کر کے وہاں سے ہٹایا' لیکن اس نے کمرے میں ٹی وی پایا ہی نہیں تو ہٹاتا کیسے۔ اگر یہ بھی درخشاں کا واہمہ تھا۔ اس نے کوئی دراؤنا خواب دیکھا تھا تو ٹی وی اتنا گرم کیسے تھا' جیسے ابھی پانچ منٹ پہلے بند کیا گیا ہو' پھر چینل کس طرح تبدیل ہوا تھا۔

پھر یہی سوچتے سوچتے اسے نیند آ گئی۔ جبکہ خوف کے مارے

درخشاں پوری رات جاگتی رہی۔ صبح کو دیر سے اس کی آنکھ کھلی اس وقت آٹھ بج رہے تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ گھڑی کا الارم شاید بجا نہیں تھا یا وہ لگانا ہی بھول گئی۔ بابر بلال دفتر جا چکا تھا۔ اس نے خود ہی ناشتا بنا لیا تھا۔

درخشاں نے بھی جلدی جلدی گھر سے نکلنے کی تیاری کی۔

سہ پہر کو جب وہ یونیورسٹی سے واپس لوٹی تو بہت تھکی ہوئی تھی۔ اسے بڑے زور کی نیند آ رہی تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ بس دروازہ کھولتے ہی سیدھی بستر پر جا گرے گی۔ لباس تبدیل کرنے کی بھی اس میں ہمت نہ تھی۔

جب وہ دروازہ کھول کر فلیٹ میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ سامنے فاخرہ کھڑی ہے۔

وہی شعلوں میں لپٹی، غصے میں بھری۔

''یاد رکھ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' اس نے کہا اور اس کی طرف جھپٹی۔

درخشاں چیخ مار کر دروازے سے باہر بھاگی۔ اس نے باہر نکل کر فوراً دروازہ بند کر دیا اور کھڑے ہو کر ہانپنے لگی۔ خوف کے مارے اس کا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ نیند کوسوں دور بھاگ گئی تھی۔

پہلے تو اس نے فاخرہ کو خواب میں دیکھا تھا' لیکن کیا اس وقت بھی یہ خواب تھا؟ اس پر نیند غالب ضرور تھی' لیکن اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اس نے سوچا کیونکہ وہ فاخرہ کے بارے میں سوچتی ہوئی آ رہی تھی لہٰذا اس کے خیال نے یہ صورت اختیار کر لی۔ یہ محض اس کا واہمہ تھا۔

پھر اس نے ہمت کر کے دروازہ کھولا اور چند لمحے دروازہ کھول کر کھڑی رہی۔ اس کو کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر ہی آگے

www.urdurasala.com

بڑھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج تک پہنچ گئی۔ کچھ دکھائی نہ دیا اس نے پورے گھر میں ایک چکر لگایا۔ تب وہ ہنس پڑی' اپنی حماقت پر خواہ مخواہ ڈر کر باہر چلی گئی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ اس وقت باہر کوئی نہ تھا' ورنہ کیا کہتا۔ وہ تو خیر بعد میں کچھ کہتا' وہ اسے کیا بتاتی کہ کس چیز سے ڈر کر وہ دروازے پر آئی ہے۔

پھر واپس دروازے کی طرف آئی۔ کھلے ہوئے دروازے کو بند کر کے اسے لاک کیا۔

اور جب وہ واپس پلٹی تو اس کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

فاخرہ شعلوں میں لپٹی' غصے میں بھری اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''تو کب تک مجھ سے بھاگے گی' یا درکھ' میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔''

اس نے بڑی تیزی سے دروازہ کھولا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کی طرف جھپٹتی۔ وہ دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ اس نے دروازہ بند کر کے تالا لگایا اور تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔

ابھی وہ تین سیڑھیاں اتری تھی کہ اسے نیچے سے مسز نکسن آتی ہوئی دکھائی دیں۔ ان کے ہاتھ میں بڑا سا بیگ تھا۔ شاید وہ خریداری کر کے آ رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر درخشاں رک گئی۔

مسز نکسن اس کی پڑوسن تھیں۔ سامنے والا فلیٹ انہی کا تھا۔

درخشاں کی ان سے جان پہچان تھی۔ آتے جاتے علیک سلیک ہو جاتی تھی۔ ایک دو مرتبہ فاخرہ کے سامنے وہ گھر بھی آ چکی تھیں۔ وہ ایک اچھی ملنسار اور اپنے کام سے کام رکھنے والی خاتون تھیں۔ قدرے موٹی تھیں' اس لیے شگفتگی ان کے مزاج کا خاصہ تھی۔ درخشاں نے ان کا دور ہی سے استقبال کیا۔

''آیئے' آیئے مسز نکسن' کہیئے' کہاں سے آرہی ہیں؟''

''شاپنگ' شاپنگ۔'' انہوں نے سامان سے بھرے ہوئے تھیلے کی طرف اشارہ کیا۔ اسے اٹھانے کی وجہ سے ان کا سانس پھول رہا تھا۔

''لایئے' میں آپ کی مدد کردوں۔'' درخشاں نے جلدی سے نیچے اتر کر ان کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔ وہ خاصا بھاری تھا۔ مسز نکسن نے اسے ممنونیت سے دیکھا۔ اس کا شکریہ ادا کیا' پھر بولیں۔

''یہ خوبصورت لڑکی کہاں جارہی تھی؟''

''میں آپ کے گھر گئی تھی۔ اصل میں' میں اکیلی گھر میں بور ہو رہی تھی تو میں نے سوچا' آج آپ سے چل کر گپ شپ لگائی جائے۔ پھر آپ کا گھر بند دیکھ کر میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کروں کہ اتنے میں نظر آگئیں۔''

''اچھا' یہ تو میری خوش قسمتی ہے' خوبصورت لڑکی' آؤ میرے ساتھ' میں تمہیں کافی پلاؤں۔''

''اوہ' بہت شکریہ آپ کا۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی آپ کے ساتھ کافی پی کر۔''

''مسز بابر کا کیا حال ہے؟ کافی دن سے وہ نظر نہیں آئیں۔'' مسز نکسن نے تالا کھول کر' گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ پاکستان گئی ہوئی ہیں۔'' درخشاں نے صاف جھوٹ بولا۔

''اچھا۔ اور تمہاری ریسرچ کیسی چل رہی ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔

''بہت اچھی۔'' درخشاں نے بتایا۔

وہ کافی دیر وہاں بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ چار منٹ بیٹھ کر وہاں سے اٹھ جاتی' لیکن اس وقت اس میں

www.urdusala.com

اپنے گھر جانے کی ہمت نہ تھی۔ اور سردی میں باہر نکلنے کی سکت نہ تھی۔ مسز نکسن ایک دلچسپ خاتون تھیں۔ ان سے باتیں کر کے اس کا دل بہل گیا۔ خوف کم ہو گیا۔ یہاں بیٹھے ہوئے اسے کافی دیر ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مسز نکسن بھی پہلو بدلنے لگی۔ اس نے سوچا اب اٹھ کر جانا چاہئے۔ پھر اس نے کافی اور مزے دار گفتگو کا شکریہ ادا کیا۔

مسز نکسن باتیں کرتی ہوئی اس کے گھر کے دروازے تک آ گئیں۔ درخشاں نے ان کی دلچسپی کی بات چھیڑ دی تھی۔ اس نے تالا کھولا۔ مسز نکسن بھی اس کے ساتھ ہی اندر آ گئیں۔ وہ چاہ بھی یہی رہی تھی۔ بات ختم کر کے وہ واپس جانے لگیں تو درخشاں نے انہیں ایک کپ کافی کی پیشکش کر دی جسے مسز نکسن نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا اور صوفے پر اطمینان سے بیٹھ گئیں۔

درخشاں نے ڈرتے ڈرتے چاروں طرف نظریں دوڑائیں،

لیکن اسے کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر اس نے پورے گھر کا چکر لگایا کہیں کچھ محسوس نہ ہوا، تب اس نے اسے اپنا واہمہ سمجھ کر اپنے دل کو مطمئن کیا۔

مسز نکسن کو وہ بڑی دیر تک شادی کی رسم و رواج بتاتی رہی۔ مسز نکسن بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سنتی رہیں اور سوالات کر کے بہت سی باتیں پوچھتی رہیں۔ مسز نکسن بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سنتی رہیں اور سوالات کر کے بہت سی باتیں پوچھتی رہیں پھر وہ کافی پی کر رخصت ہو گئیں۔ درخشاں انہیں دروازے تک چھوڑنے گئی۔

واپس آ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور کچن میں گھس کر رات کا کھانا تیار کرنے لگی۔ ساڑھے سات بجے کے قریب بابر بلال دفتر سے آ گیا۔ دفتر سے آ کر اس نے کچھ دیر آرام کیا پھر منہ ہاتھ دھویا اور..... کھانے کی میز پر کھانے کا انتظار کرنے لگا۔

کھانے کے دوران' درخشاں نے آج شام کی ساری روداد اس کے گوش گزار کی۔ ساری باتیں سن کر بابر بلال' درخشاں کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے اسے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہو۔

''بھیا' شاید آپ کو میری بات پر یقین نہیں آیا۔'' درخشاں نے کہا۔

تمہاری باتیں ہی ایسی ہیں' نا قابل یقین۔'' بابر بولا۔

''بھیا' میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی۔'' درخشاں نے اداس ہو کر کہا۔

''نہیں' میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھ رہا' لیکن تمہاری باتوں پر یقین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیا خیال ہے' اس سلسلے میں کسی ڈاکٹر سے بات کر لیں؟'' بابر بلال نے پوچھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ کو میری ذہنی حالت پر شبہ ہے' مجھے

نفسیاتی مریضہ سمجھ رہے ہیں۔''

درخشاں نے کھانا' کھانا چھوڑ دیا اور رونے بیٹھ گئی۔

بابر بلال نے بڑی مشکل سے اسے چپ کرایا اور کھانا کھلایا۔

درخشاں نے خاموشی سے کھانا کھا کر برتن سمیٹے اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پھر اپنی پڑھائی میں لگ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد بابر بلال دو مگوں میں کافی لیے درخشاں کے کمرے میں آیا اور بولا۔ ''لو بھئی درخشاں' کافی پیو۔''

''ارے بھیا' آپ نے کیوں بنائی کافی۔'' اس نے مگ تھامتے ہوئے کہا۔ ''آپ مجھ سے کہہ دیتے۔''

''ذرا پی کر دیکھو' میں کتنی شاندار کافی بناتا ہوں۔'' بابر نے شگفتگی سے کہا۔

''واہ' بہت مزے کی ہے۔'' درخشاں نے خوش ہو کر کہا۔

www.urdusala.com

''آج ٹی وی پر کوئی فلم تو نہیں؟'' بابر نے پوچھا۔

''نہیں، کل آئے گی، ایک دن چھوڑ کر آتی ہے۔ اگر آپ کا اشارہ خوفناک فلم کی طرف ہے تو۔ ویسے تو روزانہ ہی فلمیں آتی ہیں۔''

''میرا اشارہ تم ٹھیک سمجھیں، اب تم میرا ایک اشارہ اور سمجھ لو۔''

''میں ہورر فلمیں دیکھنا چھوڑ دوں یہی نا؟'' درخشاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں نے اب توبہ کر لی ہے بھیا۔ اب کبھی نہیں دیکھوں گی۔ کل بھی میں نے کافی دنوں کے بعد دیکھی تھی۔ جانے کیوں میں بے اختیار ہو گئی تھی اور پڑھتے پڑھتے ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ گئی تھی۔''

کل کی بات ابھی تک معما بنی ہوئی ہے، تم کچھ کہتی ہو، میں نے کچھ اور دیکھا ہے۔ واقعات کچھ اور ہی کہانی سناتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی صحیح ہو۔ میں بھی صحیح ہوں اور واقعات بھی صحیح ہیں۔'' بابر بلال نے کہا۔

''مجھے تو اتنا یقین ہے کہ میں نے وہ فلم خواب میں نہیں دیکھی تھی، پورے ہوش و حواس میں ٹیلی ویژن پر دیکھی تھی اور آج شام کو بھی میں نے فاخرہ کو خواب میں نہیں بلکہ جاگتے ہوئے دیکھا تھا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب میرے ذہن کی اختراع ہے اور یہ کہ مجھے کوئی نفسیاتی مرض لاحق ہو گیا ہے تو ٹھیک ہے، میں ڈاکٹر کے پاس چلنے کے لیے تیار ہوں۔'' درخشاں نے کہا۔

''اصل میں درخشاں، ان خوفناک فلموں نے تمہارے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ آسیبی فلمیں دیکھ دیکھ کر تمہیں بھوت، پریت اور آسیب پر یقین ہو گیا ہے۔''

''یہ فلمیں تو میں بہت عرصے سے دیکھ رہی ہوں، پھر یہ یقین آج کیوں ہوا۔ اگر آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ فاخرہ کا آسیب میرے ذہن کی پیداوار ہے تو اب تک تو میں جانے کتنے بھوت بنا چکی

ہوتی۔“

”تم سائنس کی طالبہ ہو‘ ایک حقیقت پسند لڑکی ہو‘ تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ اس طرح کی باتیں محض قصے کہانیوں اور فلموں تک محدود ہیں‘ حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔“

”جی‘ جانتی ہوں‘ میں نے آپ سے یہ کب کہا کہ میں نے فاخرہ کا بھوت دیکھا ہے۔ میں نے تو جو واقعات پیش آئے ہیں‘ وہ بلاتبصرہ آپ کو سنا دیئے ہیں۔ میری خود سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”کچھ نہیں ہو رہا‘ تم آرام سے پڑھو اور اب مجھ سے ایک پکا وعدہ کرلو کہ تم کسی قیمت پر یہ آسیبی فلمیں نہیں دیکھو گی۔“ بابر بلال نے ایک مرتبہ اور یقین دہانی چاہی۔

”میں نے آپ سے کہا نا کہ میں توبہ کرلی ہے۔ اب آپ کے

سامنے بھی قسم کھا لیتی ہوں۔ میں آئندہ کبھی ایسی فلمیں نہیں دیکھوں گی۔“ درخشاں نے اسے یقین دلایا۔

”اچھا‘ اب میں چلتا ہوں۔ شب بخیر۔ ہاں تمہیں اگر ڈر محسوس ہو تو فوراً مجھے آکر جگا لینا‘ اوکے۔“

بابر بلال کے جانے کے بعد وہ پورے اطمینان سے پڑھتی رہی۔ کوئی گیارہ بجے کے قریب اس کی آنکھوں میں نیند بھرنے لگی اور یہ نیند اتنی تیزی سے آئی کہ وہ نہ کمرے کی لائٹ بجھا سکی اور نہ ہی اپنے کاغذات سمیٹ سکی۔ بس وہ پڑھتے پڑھتے سو گئی۔

وہ چیخ رہی تھی جسے سن کر بابر کی آنکھ کھلی تھی۔

وہ گہری نیند میں تھا‘ اس لیے پہلے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ جب ذرا حواس بحال ہوئے تو اس نے محسوس کیا کہ یہ درخشاں کے چیخنے کی آواز ہے۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی اور

بھیا' بھیا پکار رہی تھی۔

بابر بلال نے کمبل اٹھا کر دور پھینکا اور درخشاں کے کمرے کی طرف بھاگا۔

اس کے کمرے کی لائٹ روشن تھی اور وہ اپنا بازو پکڑے' آنکھیں بند کیے چیخے جا رہی تھی۔

''درخشاں' درخشاں' کیا ہوا؟'' بابر نے اسے ہلایا۔

بابر کو اپنے سامنے پا کر وہ اس سے لپٹ گئی اور سسک سسک کر رونے لگی۔

''بھیا' وہ مجھے مار ڈالے گی۔''

''کون مار ڈالے گی درخشاں' تم نے پھر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا؟''

بابر نے پوچھا۔

''نہیں' وہ خواب نہیں ہو سکتا۔ سوتے سوتے میری اچانک آنکھ کھلی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی تو بارہ بج رہے تھے۔ میں پڑھتے پڑھتے بے خبر سو گئی تھی۔ میرے کاغذات یوں ہی بکھرے پڑے تھے' لائٹ بھی جل رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب آنکھ کھل گئی ہے تو کاغذات سمیٹ کر ٹیبل پر رکھ دوں اور پانی پی کر لائٹ بجھا کر سو جاؤں۔ ابھی میں کاغذات سمیٹ ہی رہی تھی بھیا کہ وہ اچانک کمرے میں داخل ہوئی۔'' درخشاں لرز رہی تھی۔

''کون کمرے میں داخل ہوئی؟ یہاں تو کوئی نہیں ہے۔'' بابر نے کہا۔

''بھیا' وہ فاخرہ تھی۔ شعلوں میں لپٹی اور غصے سے بھری۔ اس مرتبہ اس کے ایک ہاتھ میں چینی کا ایک بڑا سا سفید پیالہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک تیز دھار کا چمکدار چاقو۔ بھیا' پھر اس نے مجھے

www.urdusasal.com

دبوچ لیا۔ میرے بازو پر چاقو سے خراشیں ڈالیں اور جب ان لکیروں سے خون بہنے لگا تو وہ خون اس نے پیالے میں جمع کر لیا اور پھر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ یاد رکھ میں اسی طرح قطرہ قطرہ کر کے تیرا سارا خون نکال لوں گی۔

میں تجھے تڑپا تڑپا کر ماروں گی۔ یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل گئی۔ بھیا وہ ابھی گھر میں ہی ہوگی۔"

"اچھا اٹھو۔" بابر بلال نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ "ہم ابھی پورا گھر دیکھ لیتے ہیں۔ ہم سے بچ کر کہاں جائے گی۔"

پھر بابر بلال نے درخشاں کو گھر کا کونا کونا دکھایا لیکن گھر میں کوئی ہوتا تو ملتا۔

"تم ذرا بیٹھو میں تمہارے لیے کافی بناتا ہوں۔" بابر نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

"لائیں بھیا میں بنا دیتی ہوں۔"

"نہیں تم بیٹھو۔" بابر نے اسے زبردستی بٹھا دیا۔ "کافی میں بناؤں گا۔"

پھر اس نے کچن سے ایک گلاس پانی لا کر دیا۔ "لو یہ پی لو۔"

سیدھے ہاتھ میں گلاس پکڑتے ہوئے اس کے بازو میں ٹیس سی ہوئی۔ وہ گلاس ہاتھ میں لے کر اپنا بازو سہلانے لگی۔ پھر اس نے گلاس بائیں ہاتھ میں لے کر جلدی جلدی پانی پیا جیسے جنم جنم کی پیاسی ہو۔

"اور؟" بابر بلال نے پوچھا۔

"نہیں بھیا۔" درخشاں نے جواب دیا۔

"بازو کیوں پکڑ رہی ہو؟" بابر بلال نے پوچھا۔

"بازو میں تکلیف ہو رہی ہے۔" اس نے کہا۔

www.urduasala.com

''ذرا دکھاؤ' مجھے۔''

درخشاں نے اپنا بازو اس کے آگے کر دیا۔

جب بابر بلال نے اس کی قمیض کی آستین اوپر چڑھائی تو ایک لمحے کو وہ سکتے میں رہ گیا۔ اس کے بازو پر تازہ زخم بنے ہوئے تھے جیسے کسی نے بلیڈ سے اس کے بازو پر لکیریں بنائی ہوں۔

''دیکھیں بھیا' اب آپ خود دیکھ لیں۔ وہ مجھے مار ڈالے گی' اللہ میں کیا کروں۔''

پھر اسے چکر سا آیا اور وہ صوفے پر اوندھے منہ گری اور بے ہوش ہو گئی۔ بابر بلال نے اسے سیدھا لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں برف کی طرح ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ بابر نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کو زور زور سے رگڑا۔ کچھ دیر کے بعد اس کے ہاتھوں میں گرمی پیدا ہوئی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اور وحشت زدہ ہو کر اٹھ بیٹھی۔

''درخشاں' ڈرو مت' میں ہوں تمہارے پاس۔''

''اوہ' اس نے مجھے زخمی کر دیا ہے' وہ میرا سارا لہو نچوڑ لے گی۔''

ارے نہیں درخشاں' ایسا نہیں ہو سکتا۔ آؤ اٹھو' میرے کمرے میں چلو تم وہاں سونا' میں دیکھتا ہوں' اب کون تمہارے پاس آتا ہے۔''

بابر اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے گیا۔ اسے سہارا دے کر بیڈ پر لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ پیروں میں جان نہیں رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں وہ برسوں کی مریض دکھائی دینے لگی تھی۔

پھر بابر نے اس کا بازو کھول کر ان باریک لکیروں پر جن پر خون جم سا گیا تھا۔ ایک ٹیوب سے مرہم لگا دیا۔ اس کے بازو پر یہ لکیریں اس کے بیان کی تائید کر رہی تھیں۔

''لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' بابر نے سوچا۔

بابر نے اپنا بستر بیڈ کے نیچے قالین پر لگا لیا تھا۔ لائٹ جلی چھوڑ

www.urdurasala.com

دی تھی اور درخشاں سے کہا تھا۔ ''تم اطمینان سے سو جاؤ' میں جاگ رہا ہوں۔''

درخشاں آنکھیں بند کیے لیٹی رہی۔ کبھی کبھی اس کے ہونٹ ہلنے لگتے تھے' لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

خدا خدا کر کے صبح ہوتے ہوئے درخشاں کی حالت خاصی خراب ہوگئی۔

اس پر نیم غشی سی طاری تھی۔

بابر نے اسے کسی طرح ہسپتال پہنچایا۔ ڈاکٹر نے وہاں معائنے کے بعد بتایا کہ یہ نروس بریک ڈاؤن ہے۔ فوری طور پر اسے ڈرپ لگائی گئی۔ طاقتور انجکشن دیئے گئے اور ملاقات پر پابندی لگا دی گئی۔

بابر کے علاوہ اس سے فوری طور پر ملنے والا تھا ہی کون۔

وہ اسے ہسپتال چھوڑ کر امجد کے پاس چلا گیا۔ وہاں اس نے

درخشاں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر غور کیا' لیکن دونوں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ تاہم اس بات پر دونوں متفق تھے کہ درخشاں کا تنہا گھر میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ بابر بلال تو صبح کا گیا رات کو گھر لوٹتا تھا۔ جبکہ درخشاں سہ پہر تک گھر پہنچ جاتی تھی۔ پھر رات کو بھی وہ اپنے کمرے میں تنہا ہوتی تھی۔ ڈرتی تو وہ ہمیشہ سے تھی' لیکن ان پر اسرار واقعات نے اس کے اعصاب کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ یہاں تک کہ نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔

اعصاب شکستگی کے یہ دورے اگر بار بار اس پر پڑتے تو وہ کسی بھی وقت موت سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ کوئی رہے اور نیویارک میں یہ سب ممکن نہ تھا۔ لہٰذا امجد نے اسے مشورہ دیا کہ کراچی اپنے والدین سے بات کرو' انہیں ساری صورتحال بتاؤ اور ان سے مشورہ طلب کرو۔

www.urdurasala.com

شام تک درخشاں کی حالت قدرت بہتر ہوگئی' لیکن کمزوری اسے بہت تھی۔ وہ خود سے اٹھنے بیٹھنے کے قابل بھی نہ تھی۔ شام کو بابر کو اس سے ملنے کی اجازت دی گئی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ وہ مریضہ سے کوئی ناخوش گوار بات نہ کریں۔

''آیئے بھیا' میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔'' درخشاں اسے دیکھ کر مسکرائی۔ ایک پھیکی سی مسکراہٹ۔

''اب کیسی ہو؟'' بابر نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' درخشاں بولی۔

''میں ابھی یہاں سے جا کر ابو کو ٹیلی فون کروں گا۔ سوچ رہا ہوں' تمہیں واپس کراچی بھیج دوں۔''

''ہائے بھیا' میری ریسرچ کا کیا ہوگا۔ اتنا کام میں نے کرلیا ہے۔ میری ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔'' درخشاں نے افسردگی

سے کہا۔

''اچھا چھا' دیکھیں گے' تمہیں افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا ابو سے بات کرلوں' پھر جیسا وہ کہیں گے' کرلیں گے۔''

پھر جب بابر بلال نے کراچی بات کی تو وہاں سب سے پہلے امی سے بات ہوئی۔ پھر وہ امی سے جیسے جیسے بات کرتا گیا' انہوں نے سب کو آوازیں دے کر اکٹھا کرلیا۔ سب پریشان ہوگئے۔ ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔

ابو خود پریشان ہوگئے۔ امی اور گل افشاں رونے لگیں۔

اس طرح کی صورتحال کے پیش نظر درخشاں کا امریکا میں رہنا کسی طور بھی مناسب نہ سمجھا گیا۔ ابو نے بابر بلال کو ہدایت کی۔ ''بیٹا' تم درخشاں کو واپس بھیج دو۔ وہ وہاں تنہا رہ کر خوف سے مر جائے گی۔ وہ تو ڈرتی بھی بہت ہے۔ یہاں بھی وہ گل افشاں کے ساتھ سوتی

تھی۔ایسی صورت میں جبکہ وہ انتہائی ڈراؤنے خواب دیکھ رہی ہے' مجھے ڈر ہے کہیں وہ اپنے ہوش نہ گنوا بیٹھے۔بس تم اسے واپس روانہ کرو۔''

''لیکن' ابو' وہ آنے کے لیے تیار نہیں ہے' وہ اپنی ریسرچ ادھوری نہیں چھوڑنا چاہتی۔''

''ہاں' وہ ایسا ہی کہے گی۔پڑھائی سے اسے بے حد لگاؤ ہے۔ ریسرچ ادھوری رہنے کا اسے دکھ تو ہوگا' لیکن اسے سمجھاؤ کہ وہ تنہا ان حالات میں وہاں کیسے رہے گی۔تم کسی بھی طور اسے سمجھا بجھا کر روانہ کردو۔'' ابو نے سختی سے تاکید کی۔

بابر بلال نے گھر والوں کا فیصلہ درخشاں کو سنایا۔

درخشاں کو نا چور اس فیصلے کو قبول کرنا پڑا۔ویسے وہ خود بھی اندر سے اتنی خوفزدہ ہوگئی تھی کہ گھر میں تنہا رہنے کے خوف سے اس کے

ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگتے تھے۔دماغ سن ہو جاتا تھا۔آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگتا تھا۔

بابر نے جلدی جلدی اس کے جانے کے انتظامات مکمل کر دیئے۔

تین دن وہ ہسپتال میں رہی۔اطمینان سے رہی۔وہاں اس کے ساتھ کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔کوئی ڈراؤنا خواب نہ دکھائی دیا نہ فاخرہ جاگتے میں نظر آئی' لیکن بابر نے اسے احتیاطاً ہسپتال میں ہی رکھا۔ اگرچہ ہسپتال سے دوسرے دن ہی مکمل آرام کی ہدایت کے ساتھ چھٹی مل گئی تھی' لیکن بابر نے اسے گھر لانا مناسب نہ سمجھا۔گھر آکر خدشہ تھا کہ ویسی ہی نہ ہو جائے۔

جس دن درخشاں کی کراچی روانگی تھی۔اسی دن وہ اسے ہسپتال سے گھر لایا تاکہ وہ اپنا سامان اکٹھا کر سکے۔

www.urduwasala.com

سامان اکٹھا کرتے ہوئے جب اس نے میز کی درازیں کالی کیں تو اس کے ہاتھ ڈینی کی بھجوائی ہوئی ڈائری اور کیسٹ لگ گئے۔

ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا۔ ڈینی کی یاد نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر اسے وہ لپ اسٹک یاد آئی جو ڈینی کا پہلا اور آخری تحفہ تھی۔ وہ اس کے بیگ میں تھی۔ اس نے بیگ سے لپ اسٹک نکالی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر اپنے ہونٹوں پر لگانے لگی۔

اس کا جی چاہا کہ جانے سے پہلے پروفیسر ڈینی سے مل لے۔ اگر مل نہیں سکتی تو کم از کم فون پر ہی بات کر لے۔ اب یہ سب کرنے کا کیا فائدہ۔ ڈینی اپنی دنیا میں واپس چلا گیا تھا' اسے آواز دینا فضول تھا۔ ملاقات کرنے یا فون پر بات کرنے سے محض وہ زخم کھلتے جو اب مندمل ہو چکے تھے' اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہ تھا۔ جو چنگاری راکھ تلے

دب گئی تھی' اسے اب کریدنا بیکار تھا۔

''ارے درخشاں' تم کہاں ہو' جلدی کرو بھئی' میں نہانے جا رہا ہوں۔'' بابر بلال کی آواز آئی تو وہ ایک دم چونک اٹھی۔ اس نے لپ اسٹک جلدی سے بیگ میں ڈالی اور باہر آ گئی۔

باتھ روم کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ بابر بلال نہانے جا چکا تھا۔

درخشاں جلدی جلدی اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔ سب سے پہلے اس نے سوٹ کیس میں ڈائری اور کیسٹ کو رکھا۔ اس کے اوپر اپنے کپڑے رکھنے لگی۔

کپڑے رکھتے رکھتے کمرے میں اسے سرسراہٹ کا سا احساس ہوا۔ جیسے دروازے پر آ کر کوئی رک گیا ہو، درخشاں نے ڈرتے ڈرتے نظریں اوپر اٹھائیں۔

وہ کھڑی تھی۔

شعلوں میں لپٹی اور غصے میں بھری۔

''کہاں جا رہی ہے کمینی۔ تو سمجھتی ہے کہ میں تیرا پیچھا چھوڑ دوں گی۔ چل تو کراچی چل' میں بھی تیرے ساتھ چل رہی ہوں۔''

اسے دیکھ کر درخشاں نے چیخ مارنا چاہی' لیکن چیخ جیسے گھٹ کر رہ گئی۔ کمرے سے باہر نکلنے کا راستہ بند تھا۔ دروازے پر وہ کھڑی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے حلق سے آواز نکالی۔ وہ بھیا' بھیا' کر کے چیخی تھی' لیکن آواز جیسے اس کے حلق میں پھنس رہی تھی۔ پھر اسے چکر سا آیا اور وہ اندھے منہ بیڈ پر گر پڑی۔

کچھ دیر کے بعد اسے ہوش آیا۔ بابر باتھ روم سے نہا کر نکل آیا تھا۔ اس کے گنگنانے کی آواز آ رہی تھی' جب وہ یہ دیکھنے کے لیے کہ درخشاں نے کتنی تیاری مکمل کر لی ہے' کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے کہ درخشاں آنکھیں پھاڑے چھت کو گھور رہی ہے۔''

''بھیا' وہ پھر آئی تھی' جہاں آپ کھڑے ہیں' یہیں کھڑی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گی' تو کراچی جا رہی ہے تو میں بھی تیرے ساتھ چل رہی ہوں۔ بھیا' یہ میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے؟''

''درخشاں' تم اس سے ڈرنا چھوڑ دو' اب تمہیں آئندہ دکھائی دے تو اس کے منہ پر کوئی چیز اٹھا کر کھینچ مارو۔ پھر وہ تمہیں دکھائی نہیں دے گی۔'' بابر نے یہ بات محض اس کی تسلی کے لیے کہہ دی تھی ورنہ وہ جانتا تھا کہ فاخرہ کا کوئی وجود نہیں' یہ محض اس کا واہمہ ہے۔

''بھیا' اتنی ہمت اپنے اندر کہاں سے لاؤں' میرے تو اسے دیکھتے ہی حواس معطل ہو جاتے ہیں۔''

''ہسپتال میں تو وہ تمہیں دکھائی دی؟'' بابر نے پوچھا۔

''نہیں' بالکل نہیں۔ میں تو خوش ہو رہی تھی کہ اس سے نجات مل

گئی۔اب میں بیکار کراچی جارہی ہوں' لیکن اس نے ظاہر ہو کر بتا دیا کہ ابھی اس نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔"

"وہ تمہیں تنہائی میں ہی دکھائی دیتی ہے۔میں جیسے ہی باتھ روم میں گیا' وہ تمہارے پاس آ گئی۔"

"شاید۔" درخشاں بے یقینی سے بولی۔

"اچھا' اب تم میری نظروں کے سامنے رہو' میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیسے تمہارے پاس آتی ہے۔"

پھر درخشاں اس کے سامنے رہی۔وہ اپنا سامان تقریباً سمیٹ چکی تھی۔پھر وہ اپنے دونوں سوٹ کیس بند کر کے' اپنا لباس تبدیل کرنے لگی۔لباس تبدیل کرنے سے پہلے اس نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔اس نے بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا۔وہ ڈرتی رہی کہ کہیں سے وہ منحوس برآمد نہ ہو جائے' لیکن وہ منحوس برآمد نہ ہوئی۔

کپڑے بدل کر درخشاں نے دروازہ کھول دیا۔

بابر بلال بھی تیار ہو چکا تھا۔اس نے گھڑی دیکھی اور درخشاں سے پوچھا۔"پھر چلیں؟"

"ایک منٹ' میں ذرا مسز نکسن کو گڈ بائی کہہ آؤں۔' بہت اچھی خاتون ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے' لیکن اتنا یاد رکھو کہ وقت بہت کم ہے' وہاں کافی پینے نہ بیٹھ جانا۔" بابر نے ہنستے ہوئے کہا۔"اور یہ تو بتاؤ" کیا تمہاری ڈینی سے بات ہو گئی تھی؟"

"نہیں' ان سے تو نہیں ہوئی۔میں نے ٹیلی فون پر ٹرائی کیا' لیکن فون نہ مل سکا۔البتہ ڈاکٹر براؤن سے میں نے ہسپتال سے بات کر لی تھی۔وہ بہت پریشان تھے کہ اچانک میرا نروس بریک ڈاؤن کیسے ہو گیا اور یہ کہ اتنے لمبے عرصے کے لیے کیوں پاکستان جارہی ہوں۔

میں نے اس سے صرف اتنا ہی کہا کہ میری کچھ پرابلمز ہیں اگر وہ دو چار مہینے میں حل ہو گئیں تو میں لوٹ آؤں گی' ورنہ اپنی ریسرچ' اپنے ملک میں ہی مکمل کرلوں گی۔''

''اچھا ٹھیک ہے' تم مسز نکسن سے ہاتھ ملا کر آؤ' میں جب تک سامان نیچے پہنچا آتا ہوں۔ تم اپنا بیگ اپنے ساتھ لے لو' اب تم ادھر مت آنا' سیدھی نیچے آنا' ٹھیک ہے۔''

''جی ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور گھر پر ایک نظر ڈالتی باہر نکل گئی۔

مسز نکسن گھر پر موجود نہ تھیں' اس لیے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ تین بار گھنٹی بجا کر واپس آ گئی۔ بابر نے اتنے میں سامان نکال کر باہر رکھا۔ گھر کو مقفل کیا اور درخشاں سے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

''وہ گھر پر نہیں ہیں؟''

''چلو کوئی بات نہیں' میں بعد میں انہیں بتا دوں گا کہ تم ان سے ملنے گئی تھیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' درخشاں نے یہ کہہ کر ایک سوٹ کیس اٹھانا چاہا' لیکن بابر نے منع کر دیا۔

''تم ویسے ہی ہسپتال سے آ رہی ہو' پھر اتنا لمبا سفر کرنا ہے' لہٰذا مشقت سے بچو۔ بابر نے دونوں سوٹ کیس اٹھائے' بیگ کندھے پر رکھا اور وہ دونوں لفٹ میں داخل ہو گئے۔

ائیر پورٹ پہنچ کر بابر نے اپنی بہن کو گلے سے لگا کر رخصت کیا۔

''مجھے قوی امید ہے کہ پاکستان پہنچ کر تمہاری طبیعت فوراً سنبھل جائے گی۔ سب سے بڑا مسئلہ تنہائی کا ہے۔ تنہا نہیں رہو گی تو خوف کم ہو گا۔ خوف کم ہو گا تو پھر تمہیں کچھ نہیں دکھائی دے گا۔''

درخشاں خاموشی سے اپنے بھیا کی بات سنتی رہی اور سوچتی رہی

کہ بھیا کو اندازہ ہی نہیں کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔ یہ ابھی تک فاخرہ کو اس کے ذہن کا خوف سمجھ رہے ہیں۔

کیا واقعی فاخرہ اس کے ذہن کی پیداوار ہے؟ یہ ایسا سوال تھا جس کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ کراچی پہنچ کر فوراً اسے کئی معالجین کو دکھایا گیا۔ ان معالجوں میں روحانی معالج بھی تھے اور نفسیاتی مرالج بھی' ایک دو جھاڑ پھونک کرنے والوں کو بھی بلا لیا گیا۔

کسی کی رائے کسی سے نہ ملتی تھی۔ سب کی مختلف رائے تھی۔

نفسیاتی معالج نے سارے واقعات سن کر جو ابتدائی رائے پیش کی' وہ یہ تھی کہ اس لڑکی کے اعصاب پر خوف سوار ہے اور یہ سب خوف کے مظاہر ہیں۔ بازو پر جو لکیریں تھیں' وہ اصل میں خود درخشاں کے ناخنوں کے کھرونچے تھے جو اس نے سوتے میں لگائے۔ فاخرہ کی موت نے اس کے اعصاب کو بہت متاثر کیا ہے۔ ایک طرح سے

لاشعوری طور پر یہ خود کو مجرم گردانتی ہے۔ ایک ہنستا بستا گھر اس کی وجہ سے اجڑ گیا۔ خوف کو دور کرنے اور لاشعور سے اس خیال کو نکالنے کے لیے طویل نشستوں کی ضرورت ہوگی۔ یہ سب تحلیل نفسی کے ذریعے ممکن ہوگا اور تحلیل نفسی ایک صبر آزما اور طویل مرحلہ ہے۔ کچھ وقت لگے گا' لیکن یہ ٹھیک ہو جائے گی۔

ایک روحانی معالج جو مختلف طریقہ ہائے علاج بتانے میں مشہور تھے' جب انہیں درخشاں کے بارے میں بتایا گیا اور مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ ''یہ آسیب وغیرہ کا کوئی چکر نہیں ہے۔ لڑکی بہت حساس ہے یہ کسی ذہنی صدمے سے دوچار ہوئی ہے۔ کھانے میں نمک بالکل بند کر دیں' میٹھی اشیاء بڑھا دیں۔ نیلا پانی پلائیں اور یہ میں ایک وظیفہ بتا رہا ہوں۔ سوتے وقت آہستہ آہستہ اس کے سرہانے کھڑے ہو کر پڑھیں۔ انشاء اللہ لڑکی ڈرنا چھوڑ دے گی

اور اس کی صحت بھی بحال ہو جائے گی۔"

خاندان کی ایک خاتون ایک جھاڑ پھونک والے سے واقف تھیں۔ انہوں نے درخشاں کی امی سے ذکر کیا۔ "ارے، تم کہو تو اقبال بابا کو لاؤں۔ کوئی تعویذ وغیرہ دے دیں گے تو وہ کمینی ہماری بچی کا پیچھا چھوڑ دے گی۔"

"ٹھیک ہے خالہ، چلو ان کو بھی دکھائے دیتے ہیں۔ تم لے آؤ کسی دن۔" وہ اگلے ہی دن اسے لے آئیں۔

اقبال بابا نے درخشاں کو اپنے سامنے بٹھا کر کچھ پڑھا۔ وہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھی، خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ گھر کے تمام افراد بھی کمرے میں موجود تھے۔

کچھ پڑھنے کے بعد اقبال بابا نے دور ہی سے اس کے منہ پر پھونک ماری اور کہا۔ "ایک گلاس پانی۔"

فوراً ایک گلاس پانی حاضر کیا گیا۔

"گھر میں سٹیل کا گلاس نہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہے۔" جواب ملا۔

"پانی اسی میں لائیے۔ شیشے کا گلاس نہیں چاہیے۔" فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔

سٹیل کا گلاس لے کر اقبال بابا نے اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور درخشاں سے مخاطب ہو کر بولا "لو بی بی، ذرا اس پانی کو پیو۔"

"بابا، کچھ ہوگا تو نہیں؟" درخشاں گلاس لیتے ہوئے ہچکچائی۔

اقبال بابا نے درخشاں کے ابو حنیف صاحب کی طرف دیکھا۔

"پی لو بیٹا، کچھ نہیں ہوگا۔ ہم جو یہاں موجود ہیں۔" انہوں نے یقین دلایا۔ پھر حنیف صاحب نے بابا سے گلاس لے کر اس کے منہ سے لگانا چاہا تو اقبال بابا نے گلاس فوراً پیچھے کر لیا اور بولا۔ "آپ ہاتھ

نہ لگائیں۔"

"چلو بیٹا' گلاس لے لو۔" اس مرتبہ امی نے کہا۔

"درخشاں نے ڈرتے ڈرتے اقبال بابا کے ہاتھ سے گلاس لیا اور تین گھونٹ پانی پیا۔ "لاؤ' اب دے دو۔" اقبال بابا نے گلاس میں جھانکا۔ پھر پھونک ماری۔ دو تین مرتبہ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھونک مار کر وہ گلاس میں جھانکتا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ گلاس میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر دو تین منٹ تک گلاس میں ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے گہرا سانس لیا۔ درخشاں کو دیکھا۔ وہاں موجود تمام حاضرین پر ایک ایک کر کے نظر ڈالی اور پھر گل افشاں سے مخاطب ہو کر بولا "بیٹا' ذرا یہ پانی کسی گملے میں ڈال دو۔"

"جی' اچھا۔" گل افشاں نے فوراً گلاس اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"اچھا بیٹا' آپ جائیں آرام کریں۔" اس نے درخشاں سے کہا۔

درخشاں کے ساتھ ہی دوسرے بھائی بہن بھی کمرے سے نکل گئے۔ تب اقبال نے درخشاں کے ابو سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس لڑکی پر اثر ہے۔ آپ کی مرحومہ بہو اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ وہ مر کر چین نہیں پا سکی ہے۔ اسی دنیا میں بھٹک رہی ہے۔ اس کے ہاتھ میں جو پیالہ ہے' جب تک وہ اسے اس لڑکی کے خون سے بھر نہیں لے گی' چین سے نہیں بیٹھے گی اور جس دن اس کا پیالہ بھر جائے گا۔ لڑکی کی موت واقع ہو جائے گی۔

"ہائے میرے اللہ۔" درخشاں کی امی اپنا دل پکڑ کر رہ گئیں۔

"بابا جی' آپ میری بچی کے لیے کچھ کریں نا۔"

"ہاں' ضرور کروں گا' میں اس بچی کو اس چڑیل سے نجات دلا کر

www.urdusala.com

رہوں گا۔ کل آ کر مجھ سے تعویذ لے جائیں۔ پڑھا ہوا پانی دوں گا۔ وہ پلائیں۔ آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

اس طرح درخشاں تین معالجوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی، لیکن فائدہ کسی سے بھی نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی حالت روز بہ روز خراب ہوتی جا رہی تھی۔

ادھر نیویارک میں بابر بلال اپنی بہن کی وجہ سے پریشان تھا۔ اس نے فون پر مسلسل رابطہ قائم کیا ہوا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے دن اس کا ٹیلی فون آ جاتا تھا، لیکن جب اسے یہ معلوم تا کہ درخشاں کی حالت بہتر ہونے کے بجائے مزید خراب ہو رہی ہے تو اسے بہت افسوس ہوتا۔

درخشاں کو نیویارک سے آئے ہوئے تین چار ماہ ہو چکے تھے۔ وہ راتوں کو اسی طرح اٹھ کر چیخنے لگتی تھی۔ جیسے نیویارک میں چیخا کرتی

تھی۔ گل افشاں اس کے ساتھ سوتی تھی۔ درخشاں کی چیخوں نے اب اسے بھی خوفزدہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

جب درخشاں انتہائی خوف کے عالم میں اس سے لپٹ کر کہتی "وہ آئی تھی، شعلوں میں لپٹی اور غصے میں بھری۔" تو گل افشاں کے جسم میں کپکپی چھوٹ جاتی تھی۔ گل افشاں، درخشاں کے مقابلے میں مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی، لیکن درخشاں نے اس کی حالت بھی خستہ کر دی تھی۔

پھر ان دونوں کے کمرے میں امی بھی سونے لگیں، لیکن درخشاں کا خوف کم نہ ہوا۔ فاخرہ اسی طرح پیالہ اور چاقو لیے اس کے پاس آتی رہی اور زخم ڈال کر اس کے جسم سے خون کے قطرے نکالتی رہی۔

اب زخم بازو پر ہی نہ پڑتے بلکہ جسم کے کسی بھی حصے پر نمودار ہو جاتے۔ چہرے پر، کلائی پر، پیٹھ پر، پیٹ پر، ٹانگوں پر، زخم باریک

لکیروں کی صورت ہوتے جیسے کسی نے بلیڈ چلایا ہو۔

جب رات کو اس کی دہشتناک چیخ پورے گھر میں گونجتی تو دلوں میں خوف بٹھا جاتی۔

درخشاں کی رنگت روز بہ روز زرد ہوتی جا رہی تھی۔ وہ برسوں کی بیمار دکھائی دیتی تھی۔ اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ بڑی مشکل سے کچھ کھاتی تھی' وہ بھی زبردستی کھلانے پر۔ اس نے بولنا بھی بہت کم کر دیا تھا۔ وہ سب کے درمیان بیٹھی ہوتی' لیکن خاموش۔ گل افشاں زبردستی اس سے سوال کر کے اسے گفتگو پر مجبور کرتی۔

بابر کا ٹیلی فون آتا تو بھی ہوں' ہاں کر کے ریسیور امی کو پکڑا دیتی۔

''امی آپ بات کریں' مجھے چکر آ رہا ہے۔''

ایک دن بابر کا ٹیلی فون آیا' اس نے درخشاں کو بتایا۔ ''ارے درخشاں' ایک افسوسناک خبر ہے۔''

''کیا بھیا؟ خیر تو ہے۔''

''ہاں' اپنی طرف سے تو خیریت ہے' لیکن وہ ڈیڈی' میرا مطلب ہے' پروفیسر ڈیڈی........''

''ہاں' کیا ہوا انہیں۔'' درخشاں نے اپنا دل تھامتے ہوئے کہا۔

''بھئی' ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اتنے دنوں کے بعد تو ان میں راضی نامہ ہوا تھا' دونوں ہنسی خوشی ساتھ رہ رہے تھے کہ صبح ہی صبح اسے خون کی ایک قے ہوئی اور ہسپتال پہنچتے پہنچتے اس کا انتقال ہو گیا۔''

''ارے' یہ تو بہت برا ہوا' آپ میری طرف سے تعزیت کر لیجیے گا۔'' درخشاں نے کہا۔

''تم خط لکھ دینا' نا اسے۔ وہ اکثر تمہیں یاد کرتا رہتا ہے۔'' بابر بلال نے تنبیہ کی۔

''بھیا مجھ سے کچھ لکھا نہیں جاتا' میں کوشش کروں گی لکھنے کی۔''
اس نے مجبوری ظاہر کی۔

پھر اس نے ڈینی کو خط لکھنے کی کوشش بھی کی' لیکن ذہن نے کام نہ کیا۔ کچھ ذہن نے کام نہیں کیا' کچھ اس کے دل نے انکار کر دیا۔ بیوی کے بارے میں اس کا تعزیت نامہ پا کر اس کے ذہن میں جانے کیا آئے وہ جانے کیا سوچے۔

جو یادیں دفن ہوتی جا رہی تھیں' انہیں پھر سے اکھاڑنا کیا۔

بابر کے فون آتے رہے۔ خط آتے رہے۔ ان سے معلوم ہوتا رہا کہ ڈینی کی اسلام میں دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ اردو بھی باقاعدہ سیکھ رہا ہے اور اب بولنے بھی لگا ہے۔ اس کا مشرق سے لگاؤ بڑھتا جا رہا ہے۔

یہ سب باتیں درخشاں سنتی یا پڑھتی تو مسکرا کر رہ جاتی۔ کبھی وہ گل

افشاں سے گھنٹوں ڈینی کی باتیں کرتی اور کبھی گل افشاں کے ذکر کرنے پر اجنبی بن جاتی' پوچھتی۔ ''کون ڈینی؟ میں کسی ڈینی کو نہیں جانتی۔''

نیویارک سے آئے ہوئے درخشاں کو اب دس گیارہ مہینے ہو گئے تھے اور ان دس گیارہ مہینوں میں درخشاں کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی تھی۔ جن لوگوں نے اسے امریکا جانے سے پہلے دیکھا تھا' وہ اسے اب دیکھتے تو رو پڑتے۔ اس کی حالت ہی ایسی ہو گئی تھی۔

وہ ہڈیوں کا ڈھانچا بن گئی تھی۔ خون تو جیسے اس کے بدن میں کہیں تھا ہی نہیں۔ وہ بالکل گم صم ہو گئی تھی۔ جس چیز پر نظریں جما دیتی' گھنٹوں اسے دیکھے جاتی۔

اب وہ گھر سے خاموشی سے نکل جاتی۔ ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی۔ ایک دن وہ کلفٹن والے مزار پر چلی گئی۔ وہاں دو تین گھنٹے رہی اور خود

ہی رکشا میں بیٹھ کر واپس آ گئی۔

ایک انقلابی تبدیلی اس میں پیدا ہوئی تھی۔ وہ بڑا گہرا میک اپ کرنے لگی تھی۔ کہاں تو یہ حال تھا کہ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگانا بھی گوارا نہ تھا اور اب یہ حال ہو گیا تھا کہ رات کو سوتے وقت بھی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ جاتی اور پورا میک اپ کر کے سوتی۔

کپڑوں کے بارے میں بھی اس کا رویہ کچھ اسی طرح کا تھا۔ اس نے زندگی بھر انتہائی سوبر کپڑے پہنے۔ اب اسے چمکیلے کپڑے زیادہ پسند آتے۔ گہرے رنگ من کو بھاتے۔

گھر والے سب پریشان ہوتے کہ اس لڑکی کو کیا ہو گیا' لیکن خاموش رہتے۔ اسے من مانی کرنے دیتے۔ ڈاکٹروں کی یہی ہدایت تھی کہ جو وہ کرنا چاہتی ہے اسے کرنے دیں۔ جب تک کہ اس کی حرکت ضرر رساں نہ ہو۔

کلفٹن والے مزار پر اب اس کی آمد و رفت بڑھ گئی تھی، ہفتے میں دو تین دفعہ وہ وہاں ضرور ہو جاتی تھی۔ وہاں جا کر کبھی تو وہ مزار کے سامنے خاموشی سے بیٹھ جاتی' کبھی اپنا دوپٹہ اتار کر مزار کے فرش پر جھاڑو لگانے لگتی اور کبھی سیڑھیوں پر بیٹھ جاتی۔ اب گھر والوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ خاموشی سے کہاں جاتی ہے لہٰذا وہ خاموشی سے اس کے پیچھے لگ جاتے اور مزار سے اسے سمجھا بجھا کر واپس لے آتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ وہ سارا سارا دن بھوکی پیاسی وہاں گزار دیتی۔

اس مزار سے اسے دلچسپی کیوں تھی' یہ بات کوئی آج تک نہ جان سکا۔ البتہ اتنا ضرور تھا کہ امریکا جانے سے پہلے وہ جب بھی کلفٹن کی سیر کو نکلتی اس مزار پر فاتحہ پڑھنے ضرور جاتی تھی۔

اور یہ بات گل افشاں کو اچھی طرح معلوم تھی۔

گل افشاں کو ڈینی کے بارے میں بھی سب کچھ معلوم تھا۔

درخشاں نے اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ لپ اسٹک' کیسٹ اور ڈائری کے متعلق بھی نہ چھپایا تھا اور جس انداز میں درخشاں نے اسے سب کچھ بتایا تھا' اس سے گل افشاں نے اندازہ کیا تھا کہ درخشاں کو ڈینی سے شدید قسم کی محبت ہو گئی تھی' لیکن اس جذبے کو اس نے اندر ہی اندر کہیں دبا لیا تھا یا دبانے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

ایک طرف محبوب سے جدائی کا صدمہ' دوسری طرف فاخرہ کا ظہور۔ خوف اور محبت کے صدمے نے اس کے اعصاب کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ اس کی شخصیت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔

لپ اسٹک' کیسٹ اور ڈائری ہمیشہ اس کے بیگ میں اس کے ساتھ ہوتیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اب اسے اس بات کا ہوش نہ رہا تھا کہ یہ چیزیں اسے کس نے دی تھیں' کہاں سے آئی تھیں۔

پھر ایک دن بابر کا خط آیا۔ خط سے معلوم ہوا کہ پروفیسر ڈینی پاکستان آ رہے ہیں' اسلام آباد میں کوئی کانفرنس ہے' اس میں شرکت کے لیے۔ یہ کانفرنس یونیسکو کی طرف سے منعقد ہو رہی تھی۔ کانفرنس کے اختتام پر وہ کراچی آئیں گے اور گھر پر ہی ٹھہریں گے۔ وہ تو کسی ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتے تھے' لیکن بابر نے انہیں سختی سے منع کر دیا تھا۔

اور جب یہ خوشخبری گل افشاں نے درخشاں کو سنائی تو وہ خاموشی سے ساری بات سنتی رہی۔ جواب میں ایک لفظ بھی نہ بولی۔ جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو یا سنا ہو تو سمجھ میں نہ آیا ہو۔ پھر وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

جب پروفیسر ڈینی گھر آئے تو گل افشاں نے دروازہ کھولا۔

دروازے پر مشرق و مغرب کا امتزاج موجود تھا۔ سفید شلوار سوٹ پر سفید کوٹی' سفید جوتے اور گلابی چہرہ' نکلتا ہوا قد۔ گل افشاں

اسے دیکھتی رہ گئی۔

''آپ ڈینی ہیں' پروفیسر ڈینی؟''

گل افشاں نے انگریزی میں کہا۔

''آپ نے ٹھیک پہچانا' میں ڈینی ہوں۔'' پروفیسر ڈینی نے اردو میں جواب دیا۔

''اوہ!'' اردو میں جواب سن کر گل افشاں کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''درخشاں کہاں ہیں؟'' اس نے سوال کیا۔

''آپ اندر آجایئے' آپ کا سامان کہاں ہے؟'' گل افشاں نے پوچھا۔

''بس یہ ہے۔'' انہوں نے اپنے پیچھے رکھے سوٹ کیس کو اٹھایا اور گل افشاں کے ساتھ اندر آگئے۔

''درخشاں گھر پر موجود نہیں تھی۔ گل افشاں کو معلوم تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہوگی۔ پروفیسر ڈینی اس سے ملنے کے لیے بے قرار تھے۔ جب ان کا اصرار بڑھا تو درخشاں کے ابو نے کہا۔ ''جاؤ بیٹی' انہیں ملا لاؤ۔''

امریکا سے آتے ہوئے کچھ باتیں تو بابر نے درخشاں کے بارے میں بتا دی تھیں۔ کچھ باتیں گل افشاں نے انہیں کلفٹن جاتے ہوئے بتا دیں اور وہ بڑے افسوس اور بڑے حسرت سے یہ باتیں سنتے رہے۔

مزار کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے' پروفیسر ڈینی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔

تب اچانک وہ نظر آگئی۔ وہ بڑا زرق برق لباس پہنے' دنیا سے بے نیاز ایک سیڑھی پر بیٹھی تھی۔ تھوڑے سے فاصلے پر درخشاں کا سب

www.urdusasala.com

سے چھوٹا بھائی عدنان بیٹھا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہی آیا تھا۔ درخشاں بڑے گہرے میک اپ میں تھی۔ لوگ اس کے پاس سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ عورتیں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں، لیکن اسے کسی کی پروانہ تھی، وہ بڑے انہماک سے اپنے ہونٹوں پر سرخی چڑھا رہی تھی۔

یہ وہی لپ اسٹک تھی جو پروفیسر ڈینی نے اسے بطور تحفہ دی تھی۔

پروفیسر ڈینی اسے نہیں پہچان سکا۔ جب گل افشاں نے درخشاں کی طرف اشارہ کیا۔ ''وہ رہی باجی۔'' تو وہ ایک لمحے کو ٹھٹک گیا۔

پھر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کے برابر سیڑھیوں میں بیٹھ گیا، لیکن درخشاں نے کوئی توجہ نہ دی۔ وہ پورے انہماک سے اپنے ہونٹ رنگتی رہی۔

''میں ڈینی ہوں، تمہارا ڈینی۔ کیا تم مجھے نہیں پہچانتیں۔'' ڈینی

نے اردو میں کہا۔

جواب میں درخشاں نے اسے اجنبیوں کی طرح دیکھا اور پھر لپ اسٹک اور آئینہ بیگ میں ڈالا۔ کھڑی ہوئی اور سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

''سنو۔'' ڈینی نے پکارا۔

وہ رک گئی۔ اس نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''دیکھو، میں مسلمان ہوگیا ہوں، اب میرا نام شاہد اسلام ہے۔ میں نے تمہاری زبان سیکھ لی ہے۔ تمہاری معاشرت اپنالی ہے میں تمہارے سارے میں آگیا ہوں۔ تمہاری دنیا میں آگیا ہوں۔''

یہ سب سن کر درخشاں نے اسے خاموش نگاہوں سے دیکھا جیسے وہ اس دنیا کی مخلوق نہ ہو، کسی اور دنیا کی ہو اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اس مرتبہ ڈینی نے اسے آواز نہ دی، وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے

لگا۔

''پروفیسر ڈینی' آیئے' اب واپس چلیں۔'' گل افشاں نے اسے روکا۔ ڈینی رک گیا اور درخشاں کو سیڑھیاں چڑھتے دیکھنے لگا۔

☆.....☆.....☆

www.urdurasala.com